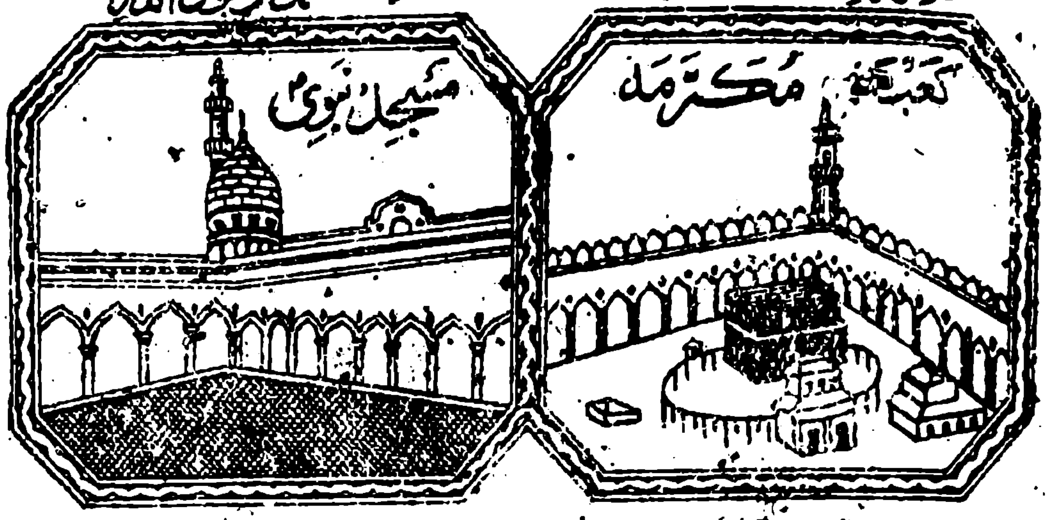
إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

بیشک ہم نے بنایا اس کو قرآن عربی زبان میں تاکہ تم سمجھ سکو





معلم القرآن

مرتبہ

مولانا محفوظ الرحمن نامی

پہلی مرتبہ ۲۵۰۰ جلد

مطبوعہ اکلیل پرنٹنگ پریس [illegible]

بماہ فروری ۱۹۵۱ء

قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ

مسلمانوں کی فلاح کا
پروگرام

دین کے خلاف جتنے طوفان اُٹھ رہے ہیں ان کا شکوہ لاحاصل ہے۔ کیوں کہ انقلابی دور اور لادینی اسٹیٹ میں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ ہم کو اگر دین عزیز ہے تو اس کی بقا اور ترقی کے لئے ہم کو خود اُٹھنا پڑیگا۔ خدا کیلئے اُٹھئے اور اوّلین فرصت میں اِن تینوں کاموں کو شروع کردیجئے۔

تعلیم قرآن مجید

اپنی اپنی بستی اور بستی کی ہر مسجد میں مرکز تعلیم قرآن قائم کیجئے۔ جس میں بچوں اور بالغوں کو قرآن پاک کی تعلیم اس طرح دیجائے کہ وہ قرآن سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

اقامت صلوٰة

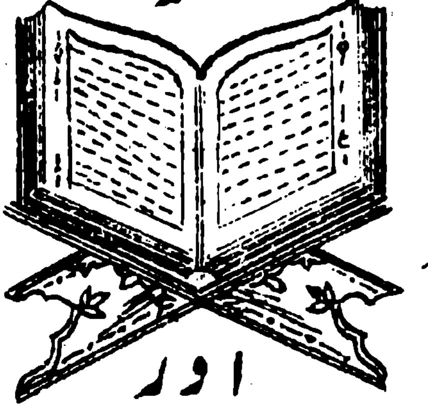
اپنی بستی میں تحریک اقامت صلوٰة پوری قوت سے چلائیے کہ سات برس کے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک پابند نماز ہو جائیں اور مسلمانوں کی زندگی کا مرکز مسجد بن جائیں۔

بیتُ المال

اپنی بستی میں بیت المال ضرور قائم کیجئے جس کے لئے مستقل اور ہنگامی چندہ کیجئے۔ بقدر ضرورت مسلمان صدقات و زکوٰة کی رقمیں اس میں جمع کریں۔ محلہ کے ہر گھر میں ہانڈیاں رکھدی جائیں تاکہ کھانا پکاتے وقت اس میں ایک چٹکی غلہ ڈال دیا جائے اسے ہفتہ وار اکٹھا کرلیا جائے اور فروخت کر کے اس کی رقم بھی بیت المال میں جمع کیجائے۔ دوکانوں پر ڈبے رکھوا دیے جائیں کہ دوکاندار روزانہ ایک پیسہ اُس میں ڈال دیں۔ بیت المال ہی کے ذریعے آپ اپنی مذہبی تعلیم اور دین کے تمام کاموں کا انتظام کر سکتے ہیں۔

الرحمٰن علم القرآن

قرآن



پڑھو

پڑھاؤ

اور

معلم القرآن

اردو زبان میں پہلی کتاب جس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید اور اُسکے ترجمہ کی تعلیم کا

آسان طریقہ کیا ہے؟

از

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی

پہلی مرتبہ ۲۵۰۰ جلد

مطبوعہ اکلیل پرنٹنگ پریس [illegible]

فروری ۱۹۵۱ء

قیمت فی مجلد عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

پیش لفظ

مسلمانانِ ہند کے جتنے مادّی سہارے اور ظاہری آسرے تھے ایک ایک کرکے ٹوٹ چکے ہیں اور آٹھ سو سالہ حکومت کا پندار اور صدیوں کا دنیاوی سرمایہ سب کا سب ختم ہو چکا ہے۔ انگریزی حکومت کے دور میں ملک کیلئے نہیں بلکہ اپنی قومی اور ملّی زندگی کیلئے انھوں نے جو قلعے اور محلات تعمیر کئے تھے وہ کھنڈرات میں تبدیل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جو کچھ آثار باقی ہیں ان کے بچنے کی بھی بظاہر توقع نہیں لہذا مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ان کی خوش حالی اور عزّت کی ایک اور محض ایک صورت ہے وہ یہ کہ وہ اپنی زندگی سچّی ایمانی زندگی بنائیں اور قرآن کی بخشی ہوئی روشنی میں اپنی ملّی منزل

مقصود کی طرف چل پڑیں۔

یہ کتاب اُمّت محمدیہ کے بھٹکے ہوئے قافلہ کیلئے ایک بانگ درا ہے۔ اس کتاب کا پیش کرنے والا نہ علم و فضل رکھتا ہے نہ تصنیف و تالیف کا سلیقہ، ہاں ہندوستانی مسلمانوں کو قرآن سے قریب کرنے کیلئے جو مضامین اس کے ہاتھ آگئے مؤلف نے اُنھیں کتابی صورت میں یکجا کر دیا ہے۔ اس مجموعہ میں آداب تصنیف و تالیف کی رعایت ہے یا نہیں یہ اہل علم و ارباب قلم جانیں۔ مؤلف کی غرض صرف یہ ہے کہ مسلمان قرآن کے آئینہ میں اپنی اصلی حیثیت پہچانیں اور اپنے حقیقی مرکز وحی الٰہی کے گرد جمع ہوں اور اس روح کائنات کے ذریعہ اپنی نشأۃ ثانیہ کیلئے جد و جہد شروع کر دیں۔

ایک بے علم و عمل شخص کے اس اقدام کے بعد امّت کے جلیل القدر علما و اربابِ فضل و کمال اگر اس طرف متوجہ ہوگئے تو یقیناً قرآنِ کریم کے وہ رموز و اسرار عالم کے سامنے آئینگے کہ دنیا یا تو اُنھیں قبول کرکے عالم انسانیت کی اصلاح و تعمیر کریگی یا ان کو رد کرکے تباہ ہو جائے گی۔ لیکن دنیا سے قطع نظر کرکے

ملت اسلامیہ کو اپنی ہی سلامتی و فلاح کیلئے ضرورت ہے کہ قرآن کو فوراً مرکز فکر و عمل بنالے۔ پیش نظر کتاب ملاحظہ کرنے والوں سے درخواست ہے کہ اگر اُن کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ہماری نشأۃ ثانیہ ایمانی و قرآنی زندگی پر موقوف ہے تو براہ کرم اس ناچیز کو اپنے نام اور پتہ سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ ہم لوگ مِل جُل کر اس مقصدِ عظیم کے لئے جد و جہد کر سکیں۔ کوئی انسان تنہا کچھ بھی نہیں۔ ہاں

يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

دادیم تُرا زگنجِ مقصود نشانے

گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

آخر میں یہ عرض ہے کہ قرآن کے باب میں میرا مسلک یہ ہے کہ قرآنِ کی جو تفسیر و تشریح خود آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور صحابہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ سے مروی ہے وہی صحیح ہے میں اس باب میں بالکل سلف صالحین رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کا مقلد ہوں۔ لہذا کسی صاحب کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ میں فرقۂ اہل قرآن کی طرح کوئی فرقہ بنانا چاہتا ہوں یا عوام کو

یہ حق دینا چاہتا ہوں کہ وہ لفظی ترجمہ کی قابلیت پیدا کر کے اپنی سمجھ سے اجتہاد شروع کر دیں۔ اور جس طرح چاہیں قرآن کی تفسیر کریں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

احقر محفوظ الرحمٰن نامیؔ

بہرائچ۔ یوپی

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

۲۵ جنوری ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

"قرآن پڑھو اور پڑھاؤ" کی نہایت مبارک اور بے حد عظیم الشان دعوت کے سلسلہ میں جہاں جہاں جانا ہوا ہر حیثیت اور ہر لحاظ سے کامیابی نظر آئی۔ ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمانوں نے اس ذوق و شوق سے اس تحریک پر لبیک کہا گویا وہ مدت سے اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اور یک بارگی ظلمات میں انھیں آب حیات کا چشمہ مل گیا۔

"آسان ترین نصاب ترجمۂ قرآن" کی کتابیں جن جن مقامات پر پہونچیں مسلمانوں نے ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر گویا لوٹ لیا جو ذخیرہ کتب ساتھ تھا ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا۔ اور جن لوگوں کو کتابیں نہیں ملیں انھیں اپنی محرومی پر افسوس رہا۔ انگریزی داں طبقہ کے ایسے سیکڑوں افراد میں عربی پڑھنے اور ترجمۂ قرآن جاننے کا ذوق پھر سے پیدا ہوا۔ جو کئی کئی بار عربی شروع کرکے چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور یقین کر چکے تھے کہ عربی زبان اتنی مشکل ہے کہ ان کو فہم قرآن کی سعادت نہیں نصیب ہو سکتی۔ بہت سے

ایسے علماء نے اس نصاب اور تعلیم قرآن کے آسان طریقہ کی تحسین کی جو وضع قدیم کے نہایت سخت پابند تھے اور مدارس عربیہ کے قدیم نصاب میں ذرا سی تبدیلی کو بھی تحریف دین کے مرادف سمجھتے تھے۔

جن جن مقامات پر چند ہفتے بھی "قرآن پڑھو اور پڑھاؤ" کے نعرہ کو عملی جامہ پہنایا گیا لوگوں نے حیرت اور مسرت کے ملے ہوئے جذبات کے ساتھ دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے بیسیوں قرآنی الفاظ کے معنی باہم پوچھ اور بتا رہے ہیں مساجد میں آنے والے ان پڑھ مصلی کلمہ طیبہ اذان، ثنا، تسبیحات، قنوت، تشہد وغیرہ کے معنی سمجھنے لگے ہیں۔ معمولی خواندہ لوگ قرآن کریم کے سیکڑوں الفاظ کے معنی اور بیسیوں آیات کا ترجمہ جاننے لگے ہیں اور انھیں اس کا یقین آنے لگا ہے کہ چند ماہ کی محنت میں پورے قرآن کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو جائینگے۔

الغرض ٹھیک اس زمانہ میں جب کہ مذہبی تعلیم بلکہ اردو زبان کے بھی تحفظ و بقاء کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی قرآن کریم اور محض قرآن کی برکت سے خدا کی قدرت کا یہ کرشمہ نظر آ رہا ہے کہ قرآنی زبان یعنی عربی زندہ ہو رہی ہے۔ ابتدائی مکاتب عربی مدارس کے معیار تک پہونچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور مسلمانان ہند کی نشأۃ ثانیہ کا سامان مہیا ہو رہا ہے الله کے۔ اس فضل و کرم پر ہم جتنا شکر کریں کم ہے۔ اور مستقبل میں

کامیابی کے تصوّر سے ہمیں جس قدر فرحت و سرور ہو بجا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا
ساری تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے ہدایت دی ہمیں اس کی اور نہیں
كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ
ہم ہدایت پاسکتے تھے اگر نہ دیتا ہدایت ہم کو خداوند تعالیٰ

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو
عذرِ تقصیراتِ ما چندانکہ تقصیراتِ ما

ایک اہم سوال

اس مبارک کام کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ قدرتًا ایک سوال پیدا ہوگیا ہے کہ ایسے معلّمین اور مبلّغین کہاں ہیں جو اس تحریک کو آخری منزل تک کامیاب بنا سکیں، کیونکہ مسئلہ تھوڑی سی عربی اور چند آیات کا ترجمہ جان لینے ہی کا نہیں بلکہ قرآنی زندگی پیدا کرنے کا ہے۔ وہ بھی چند خاص ضلعوں اور مخصوص طبقوں ہی میں نہیں بلکہ اس برّاعظم پر پھیلے ہوئے چار کروڑ مسلمانوں میں اس عظیم الشان مقصد کیلئے اوّلین اور بنیادی کام تو یہی ہے کہ فہم قرآن کو جمہوری بنایا جائے۔ مگر ایسے حضرات کمیاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہیں۔ جو کم سے کم مدت میں سہل طریقہ سے عوام کو ترجمۂ قرآن کے

قابل بنا سکیں۔ کیونکہ مکاتب میں جو حفاظ، میانجی یا مولوی صاحبان تعلیم قرآن پر مامور ہیں وہ غریب خود بھی ایک آیت کا ترجمہ نہیں سمجھتے: بچوں کو ترجمہ وہ کیا سکھائینگے۔ مدارس عربیہ میں جو علماء کرام کام کر رہے ہیں ان کے سامنے عوام و خواص کیلئے وہی پرانا نصاب تعلیم ہے جس کی تکمیل کے لئے سالہا سال کی مدت درکار ہے۔ لہذا اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے سب سے اہم سوال ایسے ٹھوس اور مخلص کام کرنے والوں کا ہے جو قرآن کریم پر کافی عبور رکھتے ہوں اور جنھیں علوم قرآن پاک میں ایسی بصیرت حاصل ہو کہ وہ موجودہ زمانہ میں قرآن کو ایسے فلسفۂ زندگی کے طور پر پیش کر سکیں جو انسانیت کے فلاح و کمال کا ضامن ہو۔ فہم قرآن کے ساتھ ہی وہ اس جدید طریقۂ تعلیم کے ماہر بھی ہوں جس کے ذریعہ کم سے کم مدت میں وہ ہر طبقہ اور ہر عمر کے مسلمانوں کو قرآن سمجھنے کے قابل بنا سکیں۔ اگر ایسے کام کرنیوالے نہیں ملتے تو محض آسان نصاب تعلیم اور صرف بہتر قرآنی لٹریچر سے یہ بابرکت تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس سوال کا حل

اس بنیادی سوال کی طرف میری توجہ اسی وقت ہوئی تھی جب فہم قرآن کو جمہوری بنانے کا خیال اللہ نے دل میں پیدا فرمایا اور اسی وجہ سے

نصابِ تعلیم کی اشاعت سے پہلے ہی میں نے اپنے محبوب دینی ادارہ نور العلوم میں معلّمین قرآن کی تعلیم و تربیت کا شعبہ کھولدیا۔ گو رفقاء کار کے فقدان اور وسائل کی کمی کی وجہ سے نہایت معمولی پیمانہ پر کام شروع کرنا پڑا۔ مگر مقصد کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر التوا اور تاخیر کو مناسب خیال کیا گیا۔ گو کئی ماہ گذر جانے کے بعد بھی یہ ادارہ ابھی ابتدائی منزل میں ہے اور محض ۱۰ طلبہ زیر تعلیم و تربیت ہیں وہ بھی معمولی استعداد کے طلبہ یعنی ڈل پاس اور اردو داں حفاظ۔ مگر مجھے یقین ہو کہ جلد ہی حقیقت شناس مخیر اور درد مند مسلمان اس طرف توجہ کرینگے اور اس ادارہ کی زیادہ سے زیادہ مدد فرمائینگے تاکہ ادارہ اتنی تعداد میں ایسے قابل معلّمین قرآن اور مبلغین فرقان تیار کر سکے جو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں قرآن کریم کے ترجمہ کو پھیلا سکیں، اور قرآنی زندگی کی دعوت عام اور جمہوری بن سکے۔

معلّمین کے علاوہ ادارہ کے پیش نظر یہ بھی ہے کہ ایسی قابل معلمات کو بھی تیار کرے جو خواتین اسلام میں فہم قرآن کو عام کرکے انھیں روح قرآن سے آشنا کریں۔ کیونکہ مسلم عورتوں کی تعلیم دین کا مسئلہ بھی مردوں کی تعلیم سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی طرف بھی پوری توجہ کرنی پڑیگی۔ اللہ نے اپنے فضل سے اگر ادارہ کو پوری پوری کامیابی بخشی تو اس تحریک کی کامیابی یقینی ہے۔

کتاب معلّم القرآن کی ضرورت

گو یہ خوشی کی بات ہے کہ معلّمین قرآن کی تربیت کا کام شروع کر دیا گیا ہے مگر موجودہ حالات اور فضا کے پیش نظر اتنے ہی کام پہ قناعت کر لینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ فتنوں کا طوفان نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس کے زہریلے اثرات ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کرتے چلے جا رہے ہیں لہذا ضرورت ہے کہ بلا تاخیر اس طوفان کی روک تھام کی جائے اور دین کی حفاظت کیلئے ہر ہر محاذ پر کام شروع کر دیا جائے فتنوں کے سخت طوفان کے باوجود ابھی الحمدللہ دین کا کافی احساس موجود ہے اور مسلمانوں کا طبقہ دین کے زوال پر دردمند اور متفکر ہے۔ اس لئے کام کا ابھی کافی موقع ہے لیکن اگر دیر کی گئی تو روز بروز فضا زیادہ مسموم ہوتی جائیگی اور دل و دماغ کو مذہب اور دین سے اجنبیت اور وحشت ہونے لگے گی۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ یہ اجنبیت دین سے نفرت اور عداوت میں تبدیل ہو جائے۔ پھر مسلمان خود خدا، رسول، مذہب اور اسلام کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔ مساجد اور مقابر پہ خود مسلمانوں کے پھاوڑے چلنے لگیں۔ اور خود مسلمانوں کی اولاد قرآن کو پھاڑنے اور دینی کتابوں کو جلانے لگے۔ یہ سب کچھ جیسا کہ بعض ممالک میں ہو چکا ہے

ہندوستان بھی آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑے۔ اُس وقت دین کی حفاظت کی ہر تدبیر بے سود ہوگی۔ اسی احساس کے ماتحت جہاں تک میری استطاعت ہے دوڑ رہا ہوں تاکہ عام مسلمانوں کا تعلق وحی الٰہی سے قائم ہوجائے اور پھر نہ صرف دین کا تحفظ ہوجائے بلکہ دین کو سربلندی اور غلبہ نصیب ہو۔ الحمدللہ سیکڑوں مقامات پر قرآن سے تعلق قائم کرنے کے لئے ادارے قائم ہوچکے ہیں۔ بیسیوں مکاتب، مدارس اور اسکولوں میں تعلیم قرآن باترجمہ کا نصاب اپنالیا گیا ہے۔ مگر ہر جگہ معلّمین کی مانگ ہے جسے پورا کرنے کا سردست کوئی انتظام نہیں۔ اور اگر ایک دو سال میں کسی طرح سو پچاس معلمین قرآن کو تربیت دے بھی دی گئی تو ضرورت کے لحاظ سے یہ تعداد بالکل ہیچ ہے۔ کیونکہ اگر ہندوستان بھر کے صرف شہروں اور قصبات میں "ترجمہ قرآن" کے کلاسز قائم کئے جائیں تو ہزاروں معلمین کی ضرورت پڑیگی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ ایک رسالہ تالیف کردوں جس میں تفصیل کے ساتھ بتایا جائے کہ کم مدت میں زبان عربی اور ترجمہ قرآن پڑھانے کا طریقہ کیا ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ اس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھوں کیونکہ ہندوستان میں عربی علوم وفنون کی ترقیوں کے باوجود عربی زبان اور عربی علوم کے طریقہ تعلیم پر اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کتاب ہے بھی تو وہ اس قدر

گمنام ہے کہ باوجود تلاش اور جستجو کے مجھے اس کا پتہ نہ چل سکا۔ مگر ضخیم کتاب لکھنے کا خیال میں نے اس بنا پر ترک کر دیا کہ اس کی تالیف میں زیادہ وقت لگیگا۔ پھر حجم زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی اشاعت بھی عام نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا اس سے تحریک ترجمۂ قرآن کو عوامی بنانے میں زیادہ مدد نہ مل سکے گی۔ اسی لئے سر دست اس مختصر رسالہ کی تالیف پر قناعت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ معلّمین قرآن اور جمہور اسلام کو زیادہ سے زیادہ نفع بخشے۔

احقر محفوظ الرحمٰن نامی

تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمِ
طَرِیْقُ التَّعَلُّمْ

اصل موضوع "طریقۂ تعلیم قرآن" سے پہلے چند ایسی چیزیں پیش کر رہا ہوں جو تمام علوم خصوصاً علوم دین کی تحصیل کیلئے بیحد ضروری ہیں لیکن یہ چیزیں میری طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ امام بُرہان الاسلام زُرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ کی کتاب "تعلیم المتعلم۔ طریق التعلّم" سے ماخوذ ہیں۔ جو طریقۂ تعلیم پر باوجود اختصار کے نہایت جامع اور بہت مفید کتاب ہے۔ اصل مضمون پر میں نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے کسی قدر اضافہ کر دیا ہے۔

قرآن پڑھنے پڑھانے والے حضرات ان ابتدائی اوراق کا مطالعہ نہایت غور سے کریں انشاء اللہ انھیں بیحد فائدہ ہوگا۔

(۱)

علم کی فضیلت اور ضرورت

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ — علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔

علم کی فضیلت اور اہمیت کیلئے یہ حدیث بہت کافی ہے۔ اور یوں بھی یہ ایک ظاہر بات ہے کہ آدمی کے تمام کمالات اور ترقیات کا دار و مدار علم ہی پر ہے۔ اگر انسانوں میں علم نہ ہو تو ان کی حیثیت عام جانوروں جیسی رہجائے۔ انسانی زندگی بسر کرنے خدا کی نعمتوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے اور ابدی آرام و راحت حاصل کرنے کیلئے علم حاصل کرنے کی قطعی ضرورت ہے یوں تو شمار کیلئے علوم کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر در اصل دو قسمیں ہیں (۱) **علم دین** (۲) **علم دنیا**۔ یہ دونوں علوم انسانی زندگی کی کامیابی کیلئے ضروری ہیں۔

۱۔ علم دین ہی سے انسان کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی سے وہ اللہ اور بندوں کے حقوق کو پہچانتا ہے۔ علم دین کی خاص شاخیں حسب ذیل ہیں۔

کتاب الایمان، فقہ، علم الاخلاق،

۲۔ علم دنیا کے ذریعہ انسان اپنے معاش اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ دینی علوم کے ساتھ علم المعاش کا سیکھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے رزق حلال حاصل کر سکے۔ رزق حلال کی سعی نہ کرنا اور محتاجی و ذلت کا شکار بننا ایک

ایسا گناہ ہو جو کبھی کفر تک پہونچا دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا۔ قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے۔

بطور نصیحت عرض ہو کہ معاش کے مسئلہ میں قدرتی وسائل پر نگاہ رکھنی چاہئے گر اپنے پاس زمین ہو تو محنت کر کے اس کی پیداوار بڑھائی جائے اور زیادہ سے زیادہ نفع اُٹھایا جائے۔ اگر زمین نہ ہو تو کسب ید (دستکاری) صنعت اور تجارت اختیار کیجائے۔ کہ ان کاموں میں ضمیر کی آزادی بھی ہے اور رزق میں برکت بھی۔ ان میں ترقی کی پوری گنجائش ہوتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ملازمت اور نوکری نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ نوکری کیلئے عموماً ضمیر فروشی محتاجی اور مجبوری لازم ہے۔

(۲)
نیّت کی درستگی

پڑھنے اور پڑھانے والے کیلئے سب سے زیادہ ضروری بات نیّت کی درستی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ تمام کاموں کا دارومدار بالکل نیّت پر ہے

ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے کام جو بظاہر دنیاوی معلوم ہوتے ہیں اچھی نیّت سے وہ آخرت کے کام بنجاتے ہیں۔ اور بہت سے کام

جو دیکھنے میں آخرت کے کام ہیں نیّت خراب ہونے کی وجہ سے وہ دنیاوی کام ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا طلبِ علم کی غرض رضاءِ الٰہی اور فلاحِ عقبیٰ ہونا چاہئے ایسے ہی طالبِ علم کی یہ نیت ہونی چاہئے کہ وہ اپنی اور دوسرے انسانوں کی جہالت کو دور کریگا۔ اور اسلام کی حفاظت اور دین کی سربلندی کیلئے کوشش کریگا۔ طالب علم کے دل میں یہ خیال کبھی نہ آنا چاہئے کہ علم کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کریں یا وہ اپنے علم کی وجہ سے دولت مند بنے یا کوئی دنیاوی منصب حاصل کرے۔ طالب علم کو خیال رکھنا چاہئے کہ وہ علم جیسی بے بہا دولت جس محنت کے ساتھ حاصل کر رہا ہے اس کو دنیا کی معمولی پونجی کے عوض نہ فروخت کرے ورنہ یہ علم باعث فلاح نہ ہوگا بلکہ ہلاکت اور خسران کا سبب بنے گا۔

(۳)

علم، اُستاذ اور ساتھی کا انتخاب اور استقامت

کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے خوب غور کر لینا چاہئے کہ یہ کس حد تک مفید اور بہتر ہے اور پھر یہ کہ اس کی تکمیل کا وقت ہے یا نہیں۔ ہر شخص کا حال دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اور ہر ایک کی ذہنی اور دماغی قابلیت بھی الگ الگ ہے۔ کتنا ہی مفید علم ہو لیکن اگر طالب علم اس کو مکمل

نہیں کرسکتا تو اس کو شروع کرنا بے سود ہے۔ چونکہ علمِ دین ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس لئے اس سلسلہ میں مشورۃً عرض ہے کہ اگر کوئی ۸ یا ۱۰ سال علم دین حاصل کرنے میں صرف کرسکتا ہے تو وہ ضرور کسی مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ علوم دین کی تکمیل کرے۔ لیکن اگر اتنا وقت نہیں ہے تو بقدرِ فرصت اردو کتابوں کے ذریعہ دین سیکھے۔ یا آسان نصاب تعلیم کے ذریعہ عربی پڑھے اور قرآن کریم، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرے۔ علم کے انتخاب کے بعد استاذ کا انتخاب بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اُستاذ ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو علم اور تقویٰ میں خاص درجہ رکھتا ہو۔ ایسے ہی وہ تجربہ کار اور مسن بھی ہو۔ ناقص علم، کم عمر اور غیر تجربہ کار شخص کو اُستاذ بنانے میں اکثر بہت گھاٹا رہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بہت اچھا اُستاد نہ ملے تو جیسا پڑھانے والا ملے اُس سے علم حاصل کرے۔ کیونکہ بالکل محروم رہ جانے سے کچھ بھی حاصل کرلینا بہتر ہے۔ استاذ کے علاوہ اپنے ہم سبق لوگوں کی بابت اچھی طرح واقفیت حاصل کرلے کہ وہ صالح اور شوقین ہیں یا۔ اچھے ساتھی جو نیک اور علم کے شوقین ہوں اُن کی رفاقت بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض اچھے ساتھیوں سے اتنا نفع پہونچتا ہے کہ اُستاد سے نہیں پہونچتا ہے۔ جن طلبہ کے متعلق یہ ثابت ہو کہ وہ بدشوق یا بداخلاق ہیں اُن سے اسی طرح دور رہنا چاہئے جیسے شیر یا سانپ سے لوگ دور رہتے ہیں۔ عموماً

دیکھا گیا ہے کہ اچھے سے اچھے طالب علم کو بُرے ساتھیوں نے بگاڑ ڈالا ہے۔

اچھے اُستاذ، اچھے ساتھی اور عمدہ کتاب کے انتخاب کے بعد طالب علم کیلئے ضروری شرط استقامت ہے۔ طالب علم کو اپنا مدرسہ اپنا اُستاد اس وقت تک نہ چھوڑنا چاہیئے جب تک اُسے اجازت نہ دیجائے یا وہ محسوس کرے کہ وہاں کسی وجہ سے اُسے نقصان ہی نقصان ہے۔ اسی طرح جو کتاب پڑھے ناقص نہ چھوڑے بلکہ مکمل کرے۔

(۴)

علم اور علماء کی عزت و تکریم

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ طالب علم اہل علم کی تعظیم اور اُستاذ کی تکریم کئے بغیر نہ علم حاصل کر سکتا ہے اور نہ علم کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے مشہور مقولہ ہے کہ جو شخص کسی بلند درجہ پر پہونچا ادب واحترام ہی کی برکت سے پہونچا۔ اور جو محروم رہا وہ بے ادبی کے باعث محروم رہا۔

دیکھو گناہ کی وجہ سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ لیکن دین کی بے ادبی انسان کو کافر بنا دیتی ہے۔ اُستاذ کی تعظیم کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اُس کا غلام ہوں اگر چاہے فروخت کرے اور چاہے تو آزاد کرے اور چاہے تو غلام بنائے رکھے۔

اُستاذ کی تعظیم و تکریم کی باتیں یہ ہیں۔ (۱) اُستاذ کے آگے آگے نہ چلے۔ (۲) اُستاذ کی جگہ نہ بیٹھے۔ (۳) اُس کے سامنے آکر پہلے گفتگو نہ شروع کردے۔ (۴) اس کے سامنے زیادہ باتیں نہ کرے۔ (۵) جب وہ متفکر یا پریشان ہو تو اُس سے کچھ نہ پوچھے۔ (۶) اس سے فیض اُٹھانے میں مناسب اور مقرر وقت کا لحاظ رکھے وہ اگر مکان کے اندر ہو تو دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ ٹھہرا رہے یہاں تک کہ وہ خود نکل کر باہر آئے (۷) استاذ کی خوشنودی کا برابر خیال رکھے اور اس کی ناخوشی سے پرہیز کرے۔ (۸) اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے ہاں اُس حکم کی تعمیل نہ کرے جس میں اللہ ورسول کی نافرمانی لازم آئے۔

استاذ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی اولاد اور متعلقین کا بھی احترام کرے۔ شیخ الاسلام صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخارا کے ایک جلیل القدر امام پڑھاتے پڑھاتے حلقۂ درس میں کبھی کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ جاتے تھے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے اُستاذ کے صاحبزادے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہے تھے اور کبھی کبھی ادھر نکل آتے تھے جب میں اُنھیں دیکھتا تو اُستاذ کی عزت و تکریم کے خیال سے کھڑا ہو جاتا تھا۔

قاضی امام فخرالدین ارسابندی جو رئیس الائمۃ اور سلطان وقت کے

مقرب تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا اُستاد کی خدمت اور تعظیم سے ملا۔ میں نے تیس سال اپنے اُستاد امام دبوسی کا کھانا پکایا ہے مگر اُس میں سے میں نے کبھی چکھا بھی نہیں۔

شمس الائمہ حلوانیؒ ایک بار بیمار ہوئے اور ایک گانوں میں چند دنوں مقیم رہے یہاں تک کہ ان کے تمام تلامذہ زیارت کیلئے آئے صرف شمس الائمہ زرنجیؒ نہیں ملے۔ جب ملاقات ہوئی تو شمس الائمہ حلوانیؒ نے نہ ملنے کی وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے نہ آسکا۔ تو اُستاد نے فرمایا کہ تمھاری عمر تو زیادہ ہوگی مگر تم درس کی رونق و عزت سے محروم رہوگے۔ چنانچہ وہ مدتوں اپنے گانوں میں رہے۔ مگران کے درس کا حلقہ نہ قائم ہوسکا۔ سچ ہے اُستاد کی ناراضی علم کی برکت سے محرومی کا سبب ہے۔

علم کے آداب میں سے کتاب کی تعظیم بھی ہے۔ (۱) دین کی کتابوں کو بغیر طہارت کے نہ چھونا چاہیئے۔ بعض ائمہ تو کاغذ بھی بلا طہارت نہ چھوتے تھے۔ شمس الائمہ سرخسی کسی شب علم کے مذاکرہ یا لکھنے میں مصروف تھے۔ اتفاق سے اُنھیں دست آنے شروع ہوگئے۔ چنانچہ سترہ بار اُنھیں دست آئے اور سترہ بار اُنھوں نے وضو کرکے پھر پڑھنا لکھنا شروع کیا۔

(۲) کتاب کی طرف اپنے پانوں نہ پھیلانا چاہیئے۔ (۳) تفسیر کی کتاب پر کسی دوسرے فن کی کتاب نہ رکھنی چاہیئے۔ (۴) کسی کتاب پر

دوسری چیز حتی کہ دوات بھی نہ رکھنی چاہیئے۔ (۵) کتاب کو نیچے فرش پر نہ ڈالنا چاہیئے۔ بلکہ اُس کو اونچی جگہ عزت کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

تحصیل علم کیلئے محنت و مشقت

طالب علم کیلئے کوشش، پابندی اور برابر اپنے کام میں لگا رہنا بیحد ضروری ہے۔ انسان جس قدر ہمّت وسعی سے کام لیتا ہے کمال حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا	اور جن لوگوں نے خوب کوشش کی ہمارے لئے ہم ضرور دکھائیںگے ان کو اپنے راستے۔

ایسے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ	اے یحییٰ کتاب قوت کے ساتھ لے لو۔

اسی مضمون کو کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِيْ	وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِيْ
محنت کے مطابق حاصل کیجاتی ہیں بلندیاں	اور جس نے طلب کی بلندی جگا راتوں کو
تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا	يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّاٰلِيْ
تو عزت کا قصد کرتا ہو پھر رات بھر سوتا ہے	غوطہ لگاتا ہو دریا میں وہ شخص جو موتیاں حاصل کرنا چاہتا ہے
عُلُوُّ الْكَعْبِ بِالْهِمَمِ الْعَوَالِيْ	وَعِزُّ الْمَرْءِ فِيْ سَهَرِ اللَّيَالِيْ
رتبہ کی بلندی بلند ہمتوں کی بنا پر ہے	اور انسان کو عزت راتوں کو جگنے میں ہے

طالب علم کو سبق پڑھنے کی پوری پابندی کرنی چاہئے۔ اور رات کے اوّل اور آخر حصہ میں اس کو دُہرانا اور یاد کرنا چاہئے۔ کیونکہ مغرب اور عشا کے درمیان اور سحر کا وقت بہت ہی بابرکت ہوتا ہے۔ ایسے ہی طالب علم کو اپنی ہمت ہمیشہ بلند رکھنی چاہئے۔ کیونکہ جتنی ہمت بلند ہوگی اتنی ہی زیادہ محنت کریگا۔ اور بقدر محنت علم حاصل کریگا۔ کوئی پست ہمت طالب علم علم و معرفت کے بلند مقام پر نہیں پہونچ سکتا ہے۔ طالب علم کو کاہلی اور سستی سے دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ کاہلی طلب علم سے مانع ہے۔ کاہل انسان زیادہ سونے کا عادی ہوتا ہے اور علم حاصل کرنے کے لئے بیداری کی ضرورت ہے اکثر سستی زیادہ کھانا کھانے اور پانی پینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے طالب علم کو بقدر ضرورت کھانا کھانا چاہئے اور جہاں تک ہوسکے پانی کم پینا چاہئے۔

سبق پڑھنا اور یاد کرنا

تحصیل علم کیلئے تین باتیں نہایت ضروری ہیں۔ (۱) مطالعہ (۲) سبق خوب سمجھنا (۳) سبق کا مذاکرہ۔ مطالعہ کا مطلب یہ ہے کہ جو سبق پڑھنا ہے اُسے پہلے خود اچھی طرح دیکھے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔ سبق کے ایک ایک لفظ پر غور کرے اور اپنی استعداد کے مطابق جہاں تک ہوسکے اسکے معنی سمجھے۔ خود نہ سمجھ میں آئے تو حاشیہ یا لُغت سے مدد لے۔ بار بار پڑھنے اور غور کرنے سے پورا سبق نہ سہی بہت

کچھ سمجھ میں آجائیگا۔ مطالعہ کے بعد جب اُستاد سے پڑھیگا۔ تو بہت جلد سمجھ میں آجائیگا اور یاد بھی ہو جائیگا۔ سبق پڑھتے ہوئے اُستاد کی طرف سراپا توجہ رہنا چاہیئے تاکہ استاد کی پوری بات سُنے اور سمجھے جو بات نہ سمجھ میں آئے اُسے ادب سے پوچھے اور جب تک نہ سمجھ میں آئے آگے نہ بڑھے۔ پڑھنے کے بعد سبق خود دہرائے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس کا مذاکرہ کرے۔

مذاکرہ میں کم از کم ایک بار خود عبارت پڑھے اور اپنے ساتھی سے اس کا مطلب سُنے اور ایک بار خود اس سبق کی پوری تقریر کرے اور اپنے ساتھی کو سمجھائے۔

طالب علم کیلئے نہایت کارآمد نصیحت

طالب علم کو چاہیئے کہ وہ بس اپنے پڑھنے لکھنے سے کام رکھے۔ اُستاد کے پاس جائے تو پڑھنے اور کچھ پوچھنے کیلئے کسی ساتھی کے پاس بیٹھے تو تکرار اور مذاکرہ کیلئے خالی اوقات میں جہاں تک ہو سکے سب سے یکسو رہے کیونکہ آجکل کی صحبتوں میں سوائے ہنسی مذاق، شور و شغب اور لہو لعب کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جو طالب علم جتنا الگ تھلگ رہ کر اپنے کام میں لگا رہیگا۔ اتنا ہی با کمال ہوگا اسے ہمیشہ اس کا خیال رہنا چاہیئے کہ کوئی گناہ اُس سے نہ ہو اگر بمقتضائے بشریت کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو صدق دل سے توبہ کرے اور یہ دعا مانگے۔

یارب جانے کہ جملہ ہمت زائد ۔۔۔ یارب جسدے کہ کارِ طاعت آید

یارب علمے کہ با تو نزدیک کند ۔۔۔ یارب علمے کہ جز توام ننماید

ہدایات رحمانی
برائے
تعلیم قرآنی

قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے کی سعادت سب کو نہیں نصیب ہوتی۔ یہ تو خاص فضل الٰہی ہے۔ جن بندوں کو اس کی توفیق ملے وہ بڑے خوش قسمت ہیں اور بلاشبہ دنیا و عقبیٰ میں اُن کے بڑے بڑے درجات ہیں۔ لہٰذا ہمیں سب سے پہلے اُس علیم و حکیم رب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جس نے قرآن پاک پڑھنے کا ذوق بخشا اور نجات و فلاح کے صحیح راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔ پھر ہمیں جاننا چاہئے کہ وہ آداب کیا ہیں جن کو پیش نظر رکھنے پر ہی قرآن کے فیوض حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم خدا ہی کی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تاکہ جس نے یہ ذوقِ ایمانی بخشا ہے اُسی سے اس ذوق کی تکمیل کے طریقے بھی معلوم کریں۔ چونکہ یہ ایک بہت ہی مختصر رسالہ ہے اور اس میں یہ گنجائش نہیں کہ فرمودات ربانی کی روشنی میں پورے طریقۂ تعلیم قرآنی کی پوری تفصیل

کی جائے۔ لہذا تلاوت قرآن کے ضروری آداب اور فہم قرآن کے بنیادی اصول ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ میں نے اس غرض کیلئے دس آیات منتخب کی ہیں۔ انھیں کا مفہوم دس ہدایات کے ماتحت قرآنِ کریم سے ذوق رکھنے والے بزرگوں اور عزیزوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

ہدایتِ اوّل

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ | بہت مہربان خدا نے سکھلایا قرآن۔

سب سے اہم بات جو پڑھنے والے کے پیش نظر ہمیشہ رہنی چاہیئے یہ ہے کہ قرآن رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور وہی اس کا معلم حقیقی ہے قرآن کا متعلم گویا خدائی حلقۂ درس میں شریک ہوتا ہے۔ لہذا اُس پر لازم ہے کہ جب قرآن پڑھے تو نہایت ادب سے بیٹھے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا تصور کرے۔ ہر آیت پر اس کا یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ اس سے خود مخاطب اور ہم کلام ہے یہ یقین جتنا زیادہ ہو گا اُتنا ہی قرآن پاک کے انوار و فیوض پڑھنے والے پر نازل ہونگے۔ اور قرآنی اصطلاح میں اس کی ایمانی روشنی بڑھتی جائیگی۔

ہدایت دوم

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ | نہ چھوئیں اس (قرآن) کو مگر پاک لوگ،

قرآن پڑھنے والے کیلئے لازم ہے کہ خوب پاک وصاف ہو کر پڑھے ظاہری طہارت تو وضو سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر باطنی طہارت توبہ واستغفار ہی سے ہاتھ آتی ہے۔ ظاہری طہارت یعنی وضو کے بغیر اوراقِ قرآن کا چھونا درست نہیں اور باطنی طہارت یعنی تقوٰی کے بغیر حقائق قرآن تک رسائی ممکن نہیں۔ لہذا قرآنِ پاک پڑھنے اور پڑھانے والے کے لیئے ظاہری صفائی و باطنی طہارت دونوں ضروری ہیں۔

ہدایت سوم

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ	(یہ قرآن لکھا ہوا ہے) ایسے ورقوں میں
مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ	جو معزز بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ہیں،

قرآنِ پاک پڑھنے والے کو قرآن کے ادب و احترام کا پورا لحاظ چاہیئے قرآن کو کسی پست یا گندہ جگہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور نہ اس فرش پر رکھ کر پڑھنا چاہیئے جو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ جب اس کو اٹھانا ہو تو ادب سے اٹھائے اور رکھنا ہو تو ادب کے ساتھ کسی اونچی جگہ رحل یا طاق وغیرہ پر رکھے۔ جب خود خدا تعالیٰ نے اس کو معزز اور بلند مرتبہ فرمایا ہے تو معمولی کتابوں کی طرح اس کو ادھر اُدھر زمین پر ڈالنا یا عام کاغذوں کی طرح پھینکنا بڑی بے ادبی ہے۔ قرآنِ پاک کے ساتھ بے ادبی کرنے والا نہ صرف

قرآن کی برکتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ بلکہ خدا کے عتاب کا شکار ہوتا ہے۔

ہدایت چہارم

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	پس جب قرآن پڑھنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ شیطان مردود (کے وسوسوں) سے

جب قرآن کی تلاوت شروع کیجائے تو واجب ہے کہ پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ لیا جائے یہ اس لئے ضروری ہے کہ شیطان کو قرآن پاک سے انتہائی عداوت ہے۔ وہ پوری کوشش کرتا رہتا ہے کہ اللہ کے بندے وحی آلٰہی اور صراط مستقیم سے دور رہیں، اس کی پہلی کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ بندے قرآن کو نہ مانیں۔ لیکن جو قرآن کو مان لیتے ہیں ان کیلئے شیطان کوشش کرتا ہے کہ وہ قرآن نہ پڑھیں۔ اور جب کوئی بندہ پڑھنے بیٹھتا ہے تو خوب وسوسے ڈالتا ہے۔

انسان چونکہ شیطان کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے اس لئے اُسے تعلیم دی گئی ہے کہ شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ ڈھونڈھے۔ خدا کی پناہ حاصل ہونے کے بعد شیطانی وسوسوں کے دروازے بند ہوجائینگے۔ اور رحمانی فیوض و برکات کے دروازے کھلیں گے۔

ہدایت پنجم

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔	پڑھ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔

قرآن پڑھنے والے کو پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا چاہئے۔ تعوذ کی غرض تو یہ تھی کہ شیطان کے مکر و فریب سے قلب و دماغ کو نجات ملے۔ تسمیہ کا مقصد یہ ہے کہ روح خدائے رحمٰن کے فیضان رحمت کی تجلّی گاہ بنے رحمٰن ہی قرآن کا نازل کرنے والا ہے اور وہی قرآن کا معلّم ہے۔ لہذا پڑھنے والے کو اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ اس کتاب مبین کو صحیح صحیح پڑھنے کی توفیق بخشے اور اس کے علوم و معارف سے قلب و روح کو آشنا کرے۔

ہدایت ششم

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ	نہ حرکت دے اس کے پڑھنے میں اپنی زبان کو کہ جلدی سیکھ لے اس کو۔

قرآن کی تلاوت میں جلدی اور تیزی نہیں کرنی چاہئے۔ کیوں کہ

جلدی جلدی پڑھنے سے الفاظ کا صحیح پڑھنا بہت دشوار ہے۔ اور اگر کوئی صحیح مخارج سے الفاظ ادا بھی کرے تو تیزی سے پڑھنے سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن گویا سر پر ایک بوجھ ہے جسے جلدی سے اُتار پھینکنا ہے قرآن جس عظمت و جلال والے بادشاہ کا کلام ہے اس کا حق یہ ہے کہ اسکو اس متانت اور احترام کے ساتھ پڑھا جائے کہ سننے والوں پر اس کی عظمت کا اثر ہو۔ جب قرآن اس طرح پڑھا جائے گا کہ اسکے کلمات اور حروف ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں۔ اور انداز قرأت بھی پرشکوہ ہو تو یقیناً پڑھنے اور سننے والے دونوں متاثر ہونگے۔ اور معانی میں تدبر کی توفیق ہوگی۔

ہدایت ہفتم

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا	اور قرآن کے جُدا جُدا حصے ہم نے کر دیے تاکہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اس کو رفتہ رفتہ اُتارا۔

اس آیت میں معلم قرآن کو ایک ایسی ہدایت دی گئی ہے جو طریقۂ تعلیم کی اصل الاصول ہے۔ سب سے پہلے متعلموں کی استعداد کا اندازہ کر کے اسباق کے حصے مقرر کر دینا چاہیئے۔ پڑھنے والے جتنا اچھی طرح سمجھ کر

یاد کر سکیں۔ اتنا ہی سبق پڑھانا چاہیئے۔ پھر پڑھاتے وقت معلّم کو اس کا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کو تیزی سے ایک تقریر نہیں کر دینی چاہیئے بلکہ ایک فقرہ کو ٹھہر ٹھہر کر تبلانا اور سمجھانا چاہیئے تا کہ قرآن کے تمام الفاظ اور اُسکے مضامین پڑھنے والوں کے ذہن نشین ہو جائیں جبتک معلّم کو اطمینان نہ ہو جائے کہ تمام طلبہ اچھی طرح سبق سمجھ گئے ہیں اُسے آگے بڑھنا درست نہیں ہے۔

ہدایت ہشتم

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ	اور جب پڑھا جائے قرآن
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا	تو اُسی کیطرف کان لگائے رہو اور چپ رہو
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ	تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

قرآن جب پڑھا جا رہا ہو تو خدا کا حکم ہے کہ ہم اپنی باتیں بند کر دیں اور ہمہ تن گوش ہو کر قرآن پاک سنیں۔ اگر ہم تنہا قرآن پاک پڑھ رہے ہیں اور خود ہی قاری و سامع ہیں تو ایسی صورت میں خدا کے اس حکم کی تعمیل یوں ہوگی کہ ہم اپنے دل کو حدیث نفس سے فارغ کرلیں اور اپنے گوش، ہوش و خیال کو قرآن کے الفاظ اور معانی کی طرف لگائے رہیں۔ اور اگر ہم اپنے معلّم یا کسی دوسرے شخص سے قرآن سُن رہے ہیں تو

تو ہمیں چاہیئے کہ اُس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر قرآن سنیں اور سمجھیں تاکہ رحمت الٰہی ہم پر نازل ہو۔

ہدایت نہم

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ۔	اور مت جلدی کر قرآن کے لینے میں اس سے پہلے کہ پورا ہو تیری طرف اس کا اُترنا۔
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝	اور صاف صاف پڑھ قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر۔

جس طرح قرآن پاک کی ہر ہر آیت کو صحیح صحیح تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے ایسے ہی ہر آیت پر اتنا ٹھہرنا چاہیئے کہ اُس کا مفہوم اور معنی دلنشین ہو جائے سمجھ کر پڑھنے ہی سے تقویٰ کی روح پیدا ہوتی ہے۔ اور ایمان کو کمال نصیب ہوتا ہے۔ تدبّر کئے بغیر قرآن پڑھنے والے کو گو ثواب ملتا ہے۔ مگر اس سے قرآنی زندگی نہیں پیدا ہوتی۔

ہدایت دہم

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا	اور کہہ تو اے میرے رب زیادہ کر تو میرا علم

قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے والے کے لئے ایک نہایت اہم ہدایت یہ ہے کہ وہ برابر دعا کرتا رہے کہ اے میرے رب میری سمجھ بڑھا۔ اور مجھے

زیادہ سے زیادہ علوم و معارف عطا فرما۔ جیسے قرآن کی تلاوت شروع کرتے وقت ہدایت ملی تھی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ایسے ہی تلاوت ختم کرتے وقت ہدایت دی گئی قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

خوب خیال کیجئے کہ یہ دعا اس ذاتِ قدسی کو سکھائی گئی تھی جس پر قرآن نازل ہوا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے علوم الاولین والآخرین کے لئے چن لیا تھا۔ یعنی فخر موجودات افضلِ کائنات سید الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آں حضرتؐ اس ہدایت ربانی کے مطابق برابر دعا فرماتے رہتے تھے لہذا ہم جیسے عامیوں اور جاہلوں کو تھوڑے بہت ترجمۂ قرآن سے شُد بُد ہونے کی وجہ سے مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ برابر ربُّ العالمین سے عاجزی کے ساتھ علم و معرفت زیادہ ہونے کی دعا مانگتے رہنا چاہیئے۔ جتنی بھی کلامِ پاک سے مناسبت ہوئی اُسی کے کرم سے ہوئی۔ آئندہ جو کچھ ملیگا اُسی کے فضل و کرم کا ثمرہ ہوگا۔ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کو حسب ذیل دعا اپنے وظیفہ میں رکھنی چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حفظ قرآن کیلئے بتائی تھی۔

دُعاءِ حفظِ قرآن

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا یَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ

فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ
يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي
حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِي وَارْزُقْنِي اَنْ اَتْلُوَهٗ
عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ عَنِّي اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ
وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ
اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِي
وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِي وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِي وَاَنْ
تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِي وَاَنْ تَسْتَعْمِلَ بِهٖ بَدَنِي فَاِنَّهٗ
لَا يُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْنِيهِ اِلَّا اَنْتَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

قاعدہ کی تعلیم

قرآن شریف سے پہلے قاعدہ پڑھایا جاتا ہے جو قرآن پڑھنے کے لئے اوّلین بنیاد ہے۔ اس کے پڑھانے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ بچہ کلام اللہ کے کلمات، اس کی آیات اور سورتیں صحیح روانی کے ساتھ پڑھ سکے قاعدہ کا پڑھانا بہت ہی آسان اور نہایت معمولی کام سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی لئے معمولی پڑھے لکھے اور کم استعداد لوگوں کو اس کے پڑھانے کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حضرات عموماً بچوں کی نفسیات اور صحیح طریقۂ تعلیم سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے بچوں کا وقت بھی زیادہ خرچ ہوتا ہے اور پھر بھی صحیح صحیح قرآن پڑھنا نہیں آتا ہے۔ لہذا یہ نہایت ضروری ہو کہ قاعدہ پڑھانے والے مدرسین بہت ہی قابل اور طریقۂ تعلیم سے واقف ہوں۔ چھوٹے بچوں اور ابتدائی درجوں کے تعلیم کے اصول کیا ہیں۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے جس کی تفصیل اس مختصر رسالہ میں نہیں ہو سکتی۔ یہاں تو اس سلسلہ میں صرف چند کارآمد ہدایات لکھی جاتی ہیں۔

ہدایت اوّل

معلّم پر لازم ہے کہ وہ بہت خیال رکھے کہ بچہ خود اس سے اور کتاب سے بہت زیادہ مانوس ہوتا جائے۔ جہاں تک ہو سکے ڈانٹنے جھڑکنے اور سختی سے پرہیز کرے اور انتہائی شفقت اور نرمی سے کام لے۔ بچّہ معلّم کی جس قدر شفقت محسوس کریگا اُتنا ہی پڑھنے سے دلچسپی لیگا۔ لیکن نرمی کے ساتھ ساتھ اپنا رُعب و وقار بھی قائم رکھنا چاہئے۔ ورنہ شریر بچے نہ مدرس کا کچھ لحاظ کرینگے اور نہ کچھ پڑھینگے۔ پڑھاتے وقت اس کا دھیان رکھّے کہ بچہ کا خیال ادھر اُدھر بھٹکنے نہ پائے۔ اگر وہ کتاب کے نقوش کی طرف پورے طور سے متوجہ نہ ہو تو اُس کو ملائمت سے متوجہ کرے۔ سبق میں جو کچھ پڑھائے اور بتائے بچہ سے بار بار پوچھے اگر وہ جواب نہ دے تو سختی نہ کرے بلکہ نرمی سے پھر سمجھا دے۔ اگر جواب دینے میں غلطی کرے تو فوراً صحیح جواب نہ بتا دے بلکہ اُس کو توجہ دلائے کہ صحیح جواب دینے کی کوشش کرے جب صحیح جواب دے تو اس کو شاباشی دے اور اس کا دل بڑھانے کیلئے اُسکی تعریف کرے۔ الغرض ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرے کہ بچہ جبر اور مار کے ڈر سے نہیں بلکہ شوق اور رغبت سے پڑھے۔

ہدایت دوم

قاعدہ میں سب سے پہلے حروف تہجّی پڑھائے جاتے ہیں۔ بچے عموماً ان حروف کو

زبانی یاد کر لیتے ہیں مگر پہچانتے نہیں۔ "الف" سے "ی" تک ایک سانس میں آپ اُن سے سُن لیں۔ مگر الگ حروف کو پوچھیں تو نہیں بتائینگے۔ لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ حروف کے شکلوں کی پہچان اچھی طرح کرائی جائے پہلے الف سے ی تک ترتیب کے ساتھ پڑھایا جائے۔ پھر بلا ترتیب کے مشق کرائی جائے یہاں تک کہ بچہ ہر ہر حرف کو اس کے مخصوص شکل کے ساتھ ویسا ہی پہچاننے لگے۔ جیسے کہ وہ پانی۔ کھانا۔ برتن کتاب۔ قلم۔ دوات وغیرہ وغیرہ کو پہچانتا ہے۔ جب حروف کی پہچان پوری طرح ہو جائے تو اگلا سبق شروع کرائے۔ حروف کی پہچان کے لئے بلیک بورڈ یا سلیٹ کا استعمال بہت مفید ہے۔

ہدایت سوم

حروف تہجی پڑھانے کے بعد حروف کی حرکتیں یعنی زبر۔ زیر پیش۔ جزم۔ تشدید۔ مد۔ پڑھائی جائیں۔ ان کے پڑھانے کا پُرانا طریقہ ہجّے کرانے کا ہے مثلاً اَ ۔ اِ ۔ اُ کو اس طرح پڑھائینگے۔

الف زبر اَ ۔ الف زیر اِ ۔ الف پیش اُ

اَبْ کو الف پر زبر ب پر جزم الف بے زبر اَبْ ۔

اِبْ کو الف کے نیچے زیر ب پر جزم الف بے زیر اِبْ ۔

اُبْ کو الف پر پیش ب پر جزم الف بے پیش اُبْ ۔

اس طرح پڑھانے میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور بچہ روانی کے ساتھ الفاظ بھی نہیں پڑھ پاتا ہے۔ لہٰذا ہجّے کے اس طریقہ کو چھوڑنا چاہیئے اور اس اصول کو اختیار کرنا چاہیئے کہ "دیکھو اور پڑھو" بچہ کی عادت ڈالنی چاہیئے کہ جو کچھ لکھا ہے بلا ہجّے کے اس کو پڑھے۔ اگر الف پر زبر اور بؔ جزم ہے تو اس کو اَبْ پڑھے۔ اگر الف پر زبر اور ب پر تشدید ہے تو اس کو اَبّ پڑھے۔ اسی طرح تمام مرکّبات میں حروف کے ساتھ ساتھ حرکتوں کے استعمال کا عادی بنانا چاہیئے۔

ہدایت چہارم

مرکّب حروف یا کلمات پڑھانے کے لئے دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے حروف کی پہچان اور حرکتوں کا صحیح استعمال۔ مفرد حروف تو پورے پورے لکھے جاتے ہیں۔ مگر جب ان کا استعمال ایک کلمہ میں ہوتا ہے تو پورے نہیں لکھے جاتے ہیں بلکہ خاص نشانیوں پر اکتفا کی جاتی ہے کہیں وہ حرف کھینچ کر لکھنے کی جگہ مختصر لکھدیا جاتا ہے۔ کہیں دائرے چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا بچے کو یہ خوب سمجھانا چاہیئے کہ جب کوئی حرف دوسرے سے ملا کر لکھا جاتا ہے تو اس کی شکل کیسی ہوتی ہے۔ جدید قسم کے قاعدوں اور قاعدہ رحمانی میں خاص طور سے اس طرف توجہ کی گئی ہے اور حروف تہجّی کے بعد اسکی شکلیں بھی دکھادی گئی ہیں۔

ہدایت پنجم

قاعدہ پڑھانے میں تلفظ صحیح کرانے کی سخت ضرورت ہے۔ بچہ ایک تو یوں ہی لفظوں کی صحیح آواز نہیں نکالتا ہے مزید برآں معلمین اس طرف توجہ نہیں فرماتے ہیں۔ لہذا عموماً نوے ۹۰ فیصدی بچے غلط پڑھتے ہیں۔

ث۔ س۔ ص یا ذ۔ ز۔ ض۔ ظ۔ کو صحیح صحیح مخارج سے پڑھنا یہ تو بغیر فن تجوید سیکھے بہت مشکل ہے۔ لیکن ج۔ ز۔ ق، ک۔ س۔ ش۔ اور غ۔ گ۔ میں تمیز چنداں مشکل نہیں۔ لیکن معلمین کی بے توجہی سے بچے عموماً ذ اور ز کو ج۔ ش کو س۔ اور ق کو ک۔ غ کو گاف کی آواز سے پڑھتے ہیں۔

خوب سمجھنا چاہئے کہ ایسی غلطیوں سے معنی میں بڑا فرق ہو جاتا ہے اور قرآن شریف میں ایسی غلطیوں سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ لہذا الفاظ کو صحیح مخارج سے ادا کرانے کی طرف خاص دھیان دینا چاہئے۔ معلمین اگر ان پانچوں ہدایات کی رعایت فرمائینگے تو یقین ہے کہ بچہ تھوڑی مدت میں عربی کی عبارت اور قرآن پاک صحیح صحیح پڑھنے کے قابل ہو جائیگا۔

رحمانی قاعدہ کی تعلیم

قرآنی زندگی پیدا کرنے کے لئے قرآن کا سمجھنا اور اس میں تدبّر کرنا ضروری ہے۔ اور قرآن پاک چونکہ عربی زبان میں ہے لہذا اس کے لئے عربی سیکھنا لازمی ہے۔ ہندوستان میں عربی مدارس قائم کرنے اور عربی تعلیم پھیلانے کی غرض یہی تھی کہ قرآن اور حدیثوں کو سمجھا جائے لیکن باوجود ہر طرح کی جدّ و جہد کے مسلمانوں کی بدقسمتی سے عربی کی تعلیم عام نہ ہوسکی۔ موجودہ زمانہ میں دینی تعلیم، عربی و فارسی مدارس اور اردو زبان کو ختم کرنے کی جو کوششیں ہورہی ہیں اُن کے پیشِ نظر تو یہ بھی دشوار ہے کہ موجودہ مدارس باقی رہ سکیں اور سیکڑوں سال کا جو دینی و علمی سرمایہ ہے وہ بھی محفوظ رہ سکے۔ لہذا نہایت سخت ضروری ہے کہ ابتدا ہی سے عربی کی تعلیم شروع کردی جائے اور قاعدہ ہی سے قرآن فہمی کی بنیاد ڈال دی جائے۔ قاعدہ رحمانی اسی تخیل کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ بچے کو الفاظ قرآن کے علاوہ تقریباً دو سو قرآنی کلمات کے معنی معلوم ہوجاتے ہیں۔ جہاں تک الفاظ کے پڑھانے کا تعلق ہے ان پانچوں ہدایات کی پابندی کی جائے۔ جو عام قاعدہ پڑھانے کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ البتہ معنی بتانے کے لئے قاعدہ رحمانی میں

۲ دو اصول سے کام لیا گیا ہے۔ ان کو پیش نظر رکھا جائے۔

پہلا اصول

تصویر اور شکلوں سے معنی کی تعلیم

بچہ جب حروف تہجی پڑھنے لگے اور زبر زیر پیش وغیرہ بھی پہچان لے اور الفاظ کچھ کچھ پڑھنے لگے تو تصویروں کے ذریعے معنی بتائیں۔ قاعدہ رحمانی میں تصویروں کا دو سلسلہ ہے ایک تو اِبْرِیْقٌ سے شروع ہو کر یَدٌ پر ختم ہوا ہے۔ دوسرا اَعْنَابٌ سے شروع ہو کر عَیْنٌ پر ختم ہوا ہے۔

دوسرا اصول

سرخیوں کے ذریعہ معنی کی تعلیم

اس سلسلہ میں حسب ذیل سرخیاں۔ اللہ تعالیٰ کے نام۔ قرآن کے نام اور اسکے صفات۔ پیغمبروںؑ کے نام۔ شہروں اور مقامات کے نام۔ وغیرہ کتاب میں دی ہوئی ہیں۔

کسی سرخی کے ماتحت جو الفاظ ہیں اُن کے لغوی معنی بتانا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ بچہ کو اس عنوان کے ماتحت والے الفاظ اس طرح یاد رہیں کہ جب اس سے کوئی لفظ پوچھا جائے تو اُس کے

معنی بتادے۔ مثلاً جب پوچھا جائے اَلْعَزِیْزُ تو بتادے کہ اللہ کا نام ہے۔ پوچھا جائے ھُوْد تو بتادے کہ ایک پیغمبر کا نام ہے پوچھا جائے مِصْر۔ تو بتادے کہ ایک ملک کا نام ہے۔ اسی طرح قرآن کے تیس پاروں اور قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں کا نام اُسے یاد ہونا چاہئے۔ آخر میں دس سورتوں کی تعلیم اس طرح دینی چاہئے کہ وہ ایک ایک حرف کو الگ الگ اور ہر ایک حرف کی حرکت کو خوب پہچان لے اور خود ایک دوسرے سے ملا کر اچھی طرح پڑھ سکے۔ قاعدہ رحمانی کے بعد عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کا پورا پارہ اس طرح پڑھایا جائے کہ بچہ روانی کے ساتھ پورا پارہ پڑھنے لگے۔ اور اُس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ قرآن پاک کی ہر آیت تلاوت کر سکے۔

براہ راست ترجمۂ قرآن کی تعلیم

یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم کا صحیح صحیح ترجمہ کرنا عربی زبان پر عبور کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی مسلّم کہ عربی زبان تمامتر صرفی اور نحوی قواعد پر موقوف ہے۔ لیکن عام مسلمانوں اور مبتدی طلبہ کو اگر صرف و نحو پڑھانا شروع کیا جائے تو مروجہ کتابوں کے لحاظ سے اس کے لئے کئی سال درکار ہوتے ہیں اور عموماً لوگ گھبرا کر پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ لہذا پرانے طریقۂ تعلیم کو نظر انداز کر کے ہم پہلے براہِ راست ترجمۂ قرآن سکھاتے ہیں۔ اور عربی زبان و ترجمۂ قرآن سے کسی قدر مناسبت ہو جانے کے بعد باقاعدہ صرف اور نحو کے قواعد کے ساتھ ترجمہ کی تعلیم دیتے ہیں۔

براہِ راست ترجمہ کی تعلیم جس تخیل پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری زبان اردو میں عربی اور قرآن پاک کے ہزاروں الفاظ مستعمل ہیں جنکے معنی ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن عربی ترکیب نہ جاننے کی وجہ سے جب یہی الفاظ قرآن میں استعمال کئے جاتے ہیں تو ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے علاوہ قرآن کے سیکڑوں الفاظ جملے اور فقرے ہم باہمی معاملات اور عبادات کے سلسلہ میں برابر سنتے اور بولتے رہتے ہیں۔

سلام اور جواب سلام چھینک کے وقت کی دُعا۔ مَاشَاءَ اللهُ۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کلمہ۔ اذان۔ نماز میں پڑھی جانے والی تمام دُعائیں۔ تسبیحیں اور سورتیں وغیرہ وغیرہ۔ ہم میں سے قریب قریب سبھی جانتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے معنی سمجھنے کی طرف توجہ نہیں اس لئے ہزاروں میں مشکل سے دو چار ہی ان کے معنی جانتے ہیں۔ انھیں الفاظ اور جملوں کا ترجمہ اگر پہلے پہلے سکھایا جائے تو پڑھنے والے بہت کم مدت میں ترجمہ سیکھ لینگے۔ اور عربی زبان سے بھی اُنھیں ایک حد تک مناسبت ہو جائیگی۔

مفتاح القرآن حصّہ اوّل

اسی تخیل کی بنا پر قاعدۂ رحمانی اور پارہ عم تیار ہونے کے بعد مفتاح القرآن حصّہ اوّل پڑھانا بہت مفید ہوتا ہے یہ کتاب جس طرز پر لکھی گئی ہے وہ خود اس قدر واضح ہے کہ ہر اردو داں ذرا سی توجہ کے بعد اسے پڑھ سکتا ہے۔ بچوں کے علاوہ عام نمازیوں میں ترجمۂ قرآن کا ذوق پیدا کرنے کیلئے یہ بہت کار آمد ہے۔ کسی نماز کے بعد اگر تمام مصلیوں کو صرف ۱۰ منٹ اسے پڑھایا جائے تو دو مہینہ میں ان کو سیکڑوں قرآنی الفاظ یاد ہو جاتے ہیں اور نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اُسے اچھی طرح سمجھنے لگتے ہیں اس کے پڑھانے کا بالکل سہل اور سادہ طریقہ یہ ہے کہ اس

کتاب کے جس فقرہ یا جملہ کو پڑھانا ہو پہلے اس کے مفرد کلمات کے معنی الگ الگ بتا کر یاد کرائے جائیں۔ پھر پورے فقرے کے معنی پڑھائے جائیں۔ مثلاً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی اس طرح سکھائے جائیں گے۔

بِ۔ معنی ساتھ اِسْمِ۔ معنی نام بِسْمِ۔ معنی ساتھ نام۔ اَللّٰهِ معنی اللہ۔ اَلرَّحْمٰنِ معنی بڑا مہربان۔ اَلرَّحِیْمِ۔ معنی بہت رحم والا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ساتھ نام اللہ کے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا

کلمہ طیبہ کے معنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لَا کے معنی نہیں۔ اِلٰهَ معنی معبود۔ لَآ اِلٰهَ کے معنی نہیں کوئی معبود۔ لَا۔ کو اِلٰهَ کے ساتھ ملانے کی وجہ سے کوئی کا لفظ ترجمہ میں بڑھ جاتا ہے۔

اِلَّا کے معنی مگر۔ اَللّٰهُ معنی اللہ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ مُحَمَّدٌ معنی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رَسُوْلُ معنی پیغمبر۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے پیغمبر۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔

ایک خاص ہدایت

براہ راست ترجمہ پڑھانے میں اس کا پورا خیال رکھئے کہ ایک بار معنی بتا دینے کے بعد آپ صرف لفظ کہیں اور پڑھنے والا صرف معنی مثلاً آپ کہیں لَآ اِلٰهَ پڑھنے والا بتائے نہیں کوئی معبود۔ آپ کہیں

إِلَّا اللهُ. پڑھنے والا کہے۔ مگر اللہ اسی طرح ترجمہ کی مشق کرائی جائے۔ نیز اسی قسم کی آسان ترکیبوں کی دیگر مثالوں سے معنی سمجھنے کی مزید مشق کرائی جائے مثلاً لَآ اِلٰہَ کے بعد لَا کِتَابَ۔ لَا کَلَامَ۔ لَا قُوَّۃَ۔ لَا رَیْبَ وغیرہ وغیرہ۔ رَسُوْلُ اللهِ کے بعد کِتَابُ اللهِ۔ کَلَامُ اللهِ بَیْتُ اللهِ۔ عَبْدُ اللهِ۔ وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ آسان ترکیبوں کی وجہ سے جو معنی پیدا ہوتے ہیں پڑھنے والوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائیں۔

مفتاح القرآن حصہ دوم

اس میں بھی براہ راست ترجمہ سکھایا گیا ہے۔ مگر اس میں دو مقصد اور بھی پیش نظر ہیں۔

مقصد اوّل۔ پڑھنے والے کو بالکل ابتدائی صرف ونحو سے بھی کسی قدر مناسبت ہو جائے۔ اس کے لئے تو ضروری ہے کہ ماضی، مضارع وغیرہ کے صیغوں کی اس طرح مشق کرائی جائے کہ پڑھنے والا ہر ایک کی نشانی سمجھ کر ترجمہ کرنے لگے۔ جو الفاظ کتاب میں لکھے ہوئے ہیں ان کے علاوہ اگر دوسرے الفاظ بھی پوچھے جائیں تو نشانی کے ذریعہ طالب علم سمجھ سکے کہ یہ ماضی اور مضارع کا کون سا صیغہ ہے۔

مقصد دوم۔ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پڑھنے والے کے سامنے آجائے

اسی لئے ایمانیات۔ ارکانِ اسلام۔ اوامر۔ نواہی۔ امثالُ القرآن سے متعلق آیات منتخب کرکے لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کا صرف ترجمہ نہ پڑھایا جائے بلکہ وہ آیات بھی زبانی یاد کرائی جائیں۔ اور ان کا معنی اور مطلب اتنا ذہن نشین کیا جائے کہ پڑھنے والا دوسروں کو بھی سمجھا سکے۔

مفتاح القرآن حصہ سوم

اس کتاب کے تین مقصد ہیں۔ اوّل۔ عربی زبان سے مناسبت کے ساتھ ساتھ عربی قواعد سے کسی قدر زیادہ مناسبت ہو جائے۔ دُوم۔ دین کی بنیادی باتیں توحید، رسالت، قرآن مجید اور اللہ کی بندگی واضح طور سے معلوم ہو جائیں۔ سوم۔ پورے پارہ عمّ یتسآءلون کا ترجمہ مع ضروری تشریحات کے معلوم ہو جائے۔ صرف و نحو کی تعلیم کا طریقہ تو آگے آرہا ہے بقیہ کتاب میں جس طریقہ سے حصہ اوّل میں براہِ راست ترجمہ سکھایا جاتا تھا اُسی کو سامنے رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ حسبِ استعداد صرفی و نحوی اصطلاحات کی مشق بھی جاری رکھی جائے اور ہر ہر سورت میں جن جن خاص باتوں کی تعلیم دی گئی ہے ان کی طرف طلبہ کی توجہ برابر دلائی جائے۔

سورۂ فیل یعنی اَلَمْ تَرَ كَيْفَ تک پڑھانے کے بعد حصہ چہارم شروع کرا دیا جائے۔ کیونکہ عمّ یتسآءلون کی سورتیں گو کہ عموماً نماز میں

پڑھی جاتی ہیں۔ مگر ان میں کثرت سے ایسے الفاظ آتے ہیں جو مبتدی کے لئے بہت مشکل ہیں۔ پھر ان سورتوں کے ترجمہ پر حاوی ہونے کے لئے نحو اور صرف سے پوری مناسبت کی ضرورت ہے۔ لہذا حصّہ چہارم کے ذریعہ قواعد پڑھائی جائے۔ اور اسی کے ساتھ حصّہ سوم کے ذریعہ ترجمہ سکھایا جائے۔ حصّہ سوم کی تعلیم کے دوران میں اگر طالب علم پورا پارہ یاد کرلے تو سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے پورے قرآن پاک کے حفظ کی دولت نصیب ہوجائے۔ اس پارہ کو پڑھاتے ہوئے تفسیر عزیزی (پارہ عم یتساءلون) کا مطالعہ بہت ہی مفید ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر میں قرآن کریم کے عجیب عجیب فوائد اور نکات تحریر فرمائے ہیں۔ اردو زبان میں عم یتساءلون کی اس سے بہتر اور جامع تفسیر میری نظر سے نہیں گزری۔

عربی قواعد

یعنی صرف و نحو کی تعلیم کا طریقہ

عربی زبان کے سہل ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام تر قواعد پر مبنی ہے اس کے قواعد سے واقف ہونے والا عربی کے ایک لفظ کے بھی معنی جانے تو اس سے سیکڑوں لفظ کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر قواعد معلوم نہوں تو خواہ الفاظ کو کتنا ہی رٹا جائے مگر قدم قدم پر غلطیوں کا امکان ہے اور معنی سمجھنا بہت دشوار۔ اس لئے عربی زبان پوری طور پر سیکھنے کیلئے قواعد کا علم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ قواعد کے دو حصّہ ہیں۔

(۱) حصّہ صرف۔

(۲) حصّہ نحو۔

تعلیم صرف

صرف میں پہلے ماضی مطلق کے واحد غائب کے دس لفظوں کے معنی یاد کرائے جائیں۔ مثلاً:۔ عَلِمَ۔ جانا خَلَقَ۔ پیدا کیا
رَزَقَ۔ رزق دیا کَفَرَ۔ کفر کیا سَجَدَ۔ سجدہ کیا عَمِلَ۔ عمل کیا۔
عَبَدَ۔ عبادت کیا سَمِعَ۔ سُنا فَتَحَ۔ کھولا ذَھَبَ۔ گیا۔

چودہ[۱۴] صیغوں کی تعلیم

جب طالب علم ان الفاظ کے معنی یاد کرلے تو عربی کے چودہ[۱۴] صیغوں کو اس طرح سمجھایا جائے کہ فعل کی نسبت جب فاعل یعنی کام کرنے والے کی طرف کی جاتی ہے تو عربی زبان میں اس کی چودہ[۱۴] شکلیں ہوتی ہیں ہر ایک شکل کو صیغہ کہتے ہیں۔

پہلے اردو میں چودہ[۱۴] صورتوں کو یوں سمجھایا جائے

(۱) وہ ایک مرد	تو ایک مرد	
(۲) وہ دو مرد	تم دو مرد	
(۳) وہ سب مرد	تم سب مرد	
(۴) وہ ایک عورت	تو ایک عورت	
(۵) وہ دو عورتیں	تم دو عورتیں	میں مرد یا عورت
(۶) وہ سب عورتیں	تم سب عورتیں۔	ہم دو مرد یا دو عورتیں سب مرد یا سب عورتیں،
یہ چھ صیغے غائب کے ہیں	یہ چھ صیغے حاضر کے ہیں	یہ دو صیغے متکلم کے ہیں

جب چودہ[۱۴] صیغے اچھی طرح طالب علم یاد کرلے تو عربی زبان کے فعل ماضی کے ہر ایک صیغہ کی نشانی سمجھائی جائے اور یاد کرائی جائے۔

تُ	میں	تَ	تو ایک مرد	ـَ	وہ ایک مرد
نَا	ہم سب	تُمَا	تم دو مرد	ا	وہ دو مرد
		تُمْ	تم سب مرد	و	وہ سب مرد
		تِ	تو ایک عورت	تْ	وہ ایک عورت
		تُمَا	تم دو عورتیں	تَا	وہ دو عورتیں
		تُنَّ	تم سب عورتیں	نَ	وہ سب عورتیں

سمجھانے کے لئے متکلم سے شروع کرے۔ اس طرح بتلائے کہ تُ کے معنی میں۔ نَا کے معنی ہم۔ پھر مشق کرائے مثلاً عَلِمْتُ۔ عَلِمْنَا عَبَدْتُ۔ عَبَدْنَا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ پڑھنے والے کے یہ ذہن نشین ہوجائے کہ جہاں تُ ہوگا اُس کے معنی میں۔ اور جہاں نَا ہے اُس کے معنی ہم۔ متکلم کے بعد حاضر کو لے اس طرح کہ تَ کے معنی تو ایک مرد۔ تِ کے معنی تو ایک عورت۔ تُمَا تم دونوں۔ تُمْ تم سب مرد۔ تُنَّ۔ تم سب عورتیں۔ حاضر کی مشق بہت سے الفاظ سے کرائے یہاں تک کہ ہر ہر صیغہ کے معنی نشانی کے ذریعہ سمجھ میں آنے لگے۔ حاضر کے بعد غائب کے صیغوں کی مشق اسی طریقہ سے کرانی چاہئے۔ جب ۱۴ صیغوں کی نشانیاں ذہن نشین ہوجائیں تو ترتیب درجہ سے مشق کرائے یعنی پہلے چھ غائب کی مشق کرائے پھر چھ حاضر کی۔ پھر متکلم کی۔ اور یہ مشق

عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ دونوں طرف سے ہونی چاہئے۔ جب اچھی مشق ہو جائے تو آگے سبق دے۔

ماضی کے دیگر افعال کی مشق

ماضی مطلق کے ۱۴ صیغوں کی مشق کے بعد ماضی منفی۔ ماضی مجہول ماضی قریب۔ ماضی بعید۔ ماضی ناتمام۔ ماضی احتمالی۔ ماضی تمنائی۔ کے بنانے کے قاعدے بتا کر ان کی مشق مختلف صیغوں میں کرانی چاہئے۔ مگر مشق میں یہ سوال نہ کیا جائے کہ یہ کونسا صیغہ ہے۔ بلکہ اس صیغہ کے معنی پوچھے جائیں اور اس طرح خوب دھیان رکھا جائے کہ طالب علم صیغوں اور افعال دونوں کے معنی صحیح صحیح کر سکے۔ اگر طالب علم معنے بتانے میں غلطی کرے تو خود صحیح معنی فوراً نہ بتلائے۔ بلکہ طالب علم کو نشانی کی طرف توجہ دلائے اور اس کی کوشش کرے کہ طالب علم خود صحیح معنی بتائے۔

فعل مضارع اور اُس کے ملحقات

اوّلاً یہ ذہن نشین کرانا چاہئے کہ فعل ماضی کے صیغوں کو پہچاننے کیلئے صرف آخر میں نگاہ رکھی جاتی ہے۔ لیکن مضارع کے اوّل و آخر یعنی دونوں طرف نگاہ رکھنی چاہئے۔

پھر علامت مضارع سمجھانا چاہئے۔ کہ علامت مضارع چار ہیں

ي ۔ ت ۔ ا ۔ ن ۔ یہ علامتیں مضارع کے شروع میں آتی ہیں۔
ي ۔ غائب کے لئے۔ ت ۔ حاضر کے لئے۔ ا ۔ واحد متکلم کے لئے۔
ن ۔ جمع متکلم کے لئے۔ لیکن تشریح کے وقت مضارع کے شروع میں
ي چار جگہ۔ ت آٹھ جگہ۔ الف ایک جگہ۔ ن ۔ ایک جگہ۔ اور آخر میں
پانچ جگہ پیش۔ دو جگہ ن جمع مونث ہوتا ہے۔ اور سات جگہ نون اعرابی
ہوتا ہے۔ چار جگہ زبر دار اور تین جگہ زیر دار ہوتا ہے۔ نون اعرابی اور نون
جمع مونث کی پہچان کے لئے بتانا چاہئے کہ نون اعرابی سے پہلے الف
یا واو یا ي کا آنا ضروری ہے۔ ن جمع مونث سے پہلے نہیں۔

مضارع کے قواعد کے بعد فعل مضارع کی گردان سے مطابقت دکھادی جائے۔ پھر مختلف لفظوں سے مضارع کے صیغوں کو پوچھ پوچھ کر مشق کرائی جائے۔ تاکہ ہر صیغہ متعلم کے ذہن میں آجاوے۔ مشق کی بہترین صورت یہ ہے کہ پہلے واحد کے تمام صیغے مسلسل۔ پھر تثنیہ کے پھر جمع کے پوچھے جائیں۔ مثلاً یَسْجُدُ کے کیا معنی۔ پھر تَسْجُدُ کے کیا معنی۔ پھر تَسْجُدِیْنَ کے کیا معنی۔ پھر اَسْجُدُ کے کیا معنی اسی طرح یَسْجُدَانِ ۔ تَسْجُدَانِ ۔ تَسْجُدَانِ ۔ تَسْجُدَانِ
یَسْجُدُوْنَ ۔ تَسْجُدُوْنَ ۔ یَسْجُدْنَ ۔ تَسْجُدْنَ ۔ نَسْجُدُ
کے معنی پوچھے جائیں اور برابر توجہ دلائی جائے کہ شروع کے حرف اور آخر کی نشانی دونوں طرف نگاہ رہے۔

مزید فائدہ۔ ماضی کے فعلوں صیغوں کی مشق جیسے کرائی گئی ہے یعنی عربی سے اردو میں ترجمہ اور اردو سے عربی میں ترجمہ اسی طریقہ سے مضارع میں بھی اچھی طرح مشق کرائی جائے۔ یہ بھی خیال رکھا جائے کہ مشق میں معروف و مجہول تمام صیغوں کا لحاظ ہے۔ مضارع کی مشق اُس وقت مکمل سمجھی جائے جب کہ طالب علم ہر ایک صیغہ کی اوّل و آخر کی نشانی ذہن نشین کرلے۔ اور صحیح ترجمہ میں اس کو بالکل تکلف نہ ہو۔ یہ بھی طالب علم کے ذہن میں اچھی طرح آجانا چاہئے کہ مضارع کے آخر میں تین صورتیں ہیں۔

(۱) آخر حرف کو پیش ہونا۔ یہ پانچ ۵ جگہ ہوتا ہے۔

(۲) ن جمع مونث یہ دو ۲ جگہ ہوتا ہے۔

(۳) ن اعرابی یہ سات جگہ ہوتا ہے۔

مضارع منفی کی تین صورتیں ہیں

(۱) سادہ نفی لا کے ذریعہ

(۲) منفی بہ لَنْ

(۳) منفی بہ لَمْ

نفی بہ لَنْ۔ اس طرح سمجھایا جائے کہ اس کا ایک اثر معنی پر ہوتا ہے یعنی کہ ہرگز نہیں کے معنوں میں کر دیتا ہے۔ دوسرے مضارع کو مستقبل کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ لفظوں میں یہ اثر کرتا ہے کہ پیش کی جگہ زبر کر دیتا ہے اور نون اعرابی کو گرا دیتا ہے۔

نفی بہ لَمْ۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مضارع کو ماضی منفی کے معنوں میں کر دیتا ہے۔ اور لفظوں میں یہ اثر ہوتا ہے کہ پیش کو جزم کر دیتا ہے اور نون اعرابی کو گرا دیتا ہے۔ اور اگر آخر میں حرف علت ہو تو اُسے بھی گرا دیتا ہے

مشق کے لئے الفاظ ذیل کے معنی پوچھئے۔

لَا اَسْمَعُ	لَنْ اَسْمَعَ	لَمْ اَسْمَعْ
لَا يَكْفُرُوْنَ	لَنْ يَّكْفُرُوْا	لَمْ يَكْفُرُوْا
لَنْ تَعْبُدَ	لَمْ يَغْفِرْ	لَمْ تَسْجُدِيْ
لَنْ تَفْتَحُوْا	لَمْ تَفْتَحُوْا	لَمْ تَفْتَحْ
لَا يَسْجُدَانِ	لَنْ يَّسْجُدَا	لَمْ يَسْجُدْ
لَا يَنْصُرْنَ	لَنْ يَّنْصُرْنَ	لَمْ يَنْصُرْنَ
لَا نَكْفُرُ	لَنْ نَكْفُرَ	لَمْ نَكْفُرْ

ان کے علاوہ اور بہت سے صیغوں کے معنی پوچھئے تاکہ لَا لَنْ۔ لَمْ کے معانی میں جو فرق ہے وہ طالب علم کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

فعل امرِ حاضر معروف

امر حاضر معروف کے چھ صیغوں کے بنانے کا ایک قاعدہ ہے جس کے سمجھنے میں طلبہ کو اکثر دقت پیش آتی ہے۔ لہذا قاعدہ

سمجھانے سے پہلے مثالوں سے سمجھانا چاہئے۔ کہ امر حاضر معروف کی تین ۳ صورتیں ہیں۔

(۱) جس کے شروع میں ہمزۂ امر نہ آتا ہو جیسے هَبْ۔ كَبِّرْ۔ قَاتِلْ۔ تَقَبَّلْ۔

(۲) جس کے شروع میں ہمزۂ زیر دار ہو۔ جیسے اِسْمَعْ۔ اِفْتَحْ۔ اِضْرِبْ۔ اِجْتَنِبْ۔ اِسْتَغْفِرْ۔ وغیرہ۔

(۳) جس کے شروع میں ہمزۂ امر پیش دار ہو۔ جیسے اُطْلُبْ اُدْخُلْ۔ وغیرہ۔

مثالوں سے امر کی شکل سمجھ میں آجانے کے بعد قاعدہ کی تشریح کیجائے کہ امر حاضر معروف مضارع حاضر معروف سے بنتا ہے۔ پہلے علامت مضارع کو دور کیا جائے اگر اس کے بعد والا حرف متحرک ہو یعنی اُس پر زبر۔ زیر یا پیش ہو تو آخر حرف کو جزم دیا جائے جیسے صَرِّفْ۔ اور اگر علامت مضارع کے بعد کا حرف ساکن ہو تو ایک ہمزہ شروع میں لایا جائے۔ اگر ع کلمہ کو پیش ہو تو ہمزہ پیش دار ہوگا۔ اور ع کلمہ کو زبر یا زیر ہے تو ہمزہ زیر دار لایا جائے جیسے اِسْمَعْ۔ اِضْرِبْ۔ میں آخر میں جزم دیا جائے ن اعرابی ساقط کر دیا جائے۔

قاعدہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کیلئے کوئی مضارع اور

اس کا امر لیا جائے اور ان دونوں میں طالب علم سے فرق پوچھا جائے جب وہ فرق بتائے تو قاعدہ کا اجراء کرایا جائے مثلاً پوچھا جائے کہ تُصَرِّفُ اور صَرِّفْ میں کیا فرق ہے۔ تَضْرِبُ اور اِضْرِبْ میں کیا فرق ہے۔ تَنْصُرُ اور اُنْصُرْ میں کیا فرق ہے۔ وہ جب بتائے کہ تُصَرِّفُ کے شروع میں ت ہے اور آخر میں پیش۔ صَرِّفْ کے شروع میں ت نہیں ہے اور آخر میں جزم ہے اس فرق کے بتانے کے بعد قاعدہ کا سمجھانا اور یاد کرانا بہت سہل ہو جائیگا

فعل مضارع مثبت فعل امر و فعل نہی کی تاکید

فعل مضارع مثبت کی تاکید یعنی ضرور کریگا کے معنی پیدا کرنے کیلئے (لَ) لام مفتوح شروع میں لایا جاتا ہے۔ اور آخر میں نّ تاکید بڑھایا جاتا ہے نّ تاکید جب آئیگا تو مضارع کے آخر کا پیش۔ نون اعرابی۔ واو جمع یا واحد مونث حاضر سب دور کر دیے جائینگے۔ نّ سے پہلے پانچ صیغوں میں پیش کی جگہ زبر ہوگا۔ دو جگہ واو کی جگہ پیش۔ ایک جگہ ي کی جگہ زیر۔ بقیہ چھ صیغوں میں نّ سے پہلے الف آتا ہے جنمیں خود ن کو زیر ہوتا ہے بقیہ صیغوں میں زبر رہیگا

فعل مضارع کے علاوہ امر و نہی کی تاکید کے لئے آخر میں ن لایا جا ن کے پہلے کی حالت اور ن کی حالت بالکل ویسی ہی ہوگی۔ جیسے کہ مضارع کی تاکید میں بیان کی گئی ہے۔ قاعدہ بتانے کے بعد مختلف الفاظ سے

امر حاضر نہی۔ لام تاکید یا نون تاکید کے صیغے بنا کر انکے معنی دریافت کرے۔ انمیں یہاں نون سے پہلے کی حرکت اور خود نون کی حرکت کی طرف پوری توجہ دلائی جائے۔

اسمائے مشتقہ کی تعلیم

ساتوں اسمار مشتقہ کے نام یاد کرائے جائیں۔

(۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم ظرف
(۴) اسم آلہ (۵) صفت مشبّہ (۶) اسم مبالغہ
(۷) اسم تفضیل

پھر ہر ایک کا وزن بتا کر اسکے معنی سمجھائے جائیں اور مختلف افعال سے مشق کرا دیجائے۔

یہاں تک پڑھانے کے بعد طلبہ کو بتایا جائے کہ الفاظ کے صحیح معنی جاننے کے لئے اتنے حصّہ کا یاد رکھنا بے حد ضروری ہے۔ بلکہ معانی کا دارومدار تمام تر اسی حصّہ پر ہے۔ لہذا پھر شروع سے صیغوں افعال اور اسمار مشتقہ کی مشق کرا دیجائے۔ مثلاً ایک لفظ کَتَبَ لیا جائے اس سے:-

(۱) كَتَبْتَ۔ كَتَبْتُ۔ كَتَبَتْ۔ كَتَبْنَ۔ كَتَبْتَا۔ كَتَبْتُنَّ۔ كَتَبْتِ۔ كَتَبْتُمْ۔

(۲) يَكْتُبُونَ۔ أَكْتُبُ۔ تَكْتُبْنَ۔ يَكْتُبْنَ۔ نَكْتُبُ۔ يَكْتُبَانِ۔
(۳) لَنْ أَكْتُبَ۔ لَنْ تَكْتُبُوا۔ لَنْ تَكْتُبِي۔ لَنْ يَكْتُبْنَ۔ لَنْ نَكْتُبَ

(۴) لَمْ تَكْتُبِيْ۔ لَمْ اَكْتُبْ۔ لَمْ تَكْتُبْ۔ لَمْ يَكْتُبُوْا۔ لَمْ يَكْتُبْنَ۔

(۵) لَتَكْتُبْنَ۔ لَتَكْتُبُنَّ۔ لَيَكْتُبَنَّ۔ لَتَكْتُبِنَّ۔ لَاَكْتُبَنَّ۔

(۶) اُكْتُبُوْا۔ اُكْتُبِيْ۔ اُكْتُبَا۔ اُكْتُبْنَ۔ اُكْتُبْ

(۷) لَاتَكْتُبْنَ۔ لَاتَكْتُبُنَّ۔ لَاتَكْتُبْنَانِّ۔ لَاتَكْتُبَانِّ۔ لَا اَكْتُبَنَّ

(۸) كَاتِبٌ۔ كَاتِبَانِ۔ كَاتِبُوْنَ۔ كَاتِبَةٌ۔ كَاتِبَتَانِ۔ كَاتِبَاتٌ۔

(۹) مَكْتُوْبٌ۔ مُكْتُوْبٌ۔ مَكْتُوْبَانِ۔ مَكْتُوْبَةٌ۔ مَكْتُوْبَتَانِ۔ مَكْتُوْبَاتٌ

(۱۰) مَكْتَبٌ۔ کے معنی پوچھے جائیں۔ اسی طرح اور دوسرے لفظوں سے بھی اس کی مشق کرادیجائے۔ جب طالب علم تمام صیغوں۔ افعال اور اسماء مشتقہ کے معانی صحیح صحیح کرنے کی قدرت پیدا کرلے تو ابواب کی تعلیم شروع کیجائے۔

ابواب کی تعلیم

(الف) سب سے پہلے ابواب کا مفہوم سمجھانے کی ضرورت ہے

اس کو اس طرح سمجھانا چاہئے کہ عربی الفاظ مختلف قسم کے ہیں کہیں ان میں تین حروف ہوتے ہیں۔ جیسے نَصَرَ۔ سَمِعَ۔ كَرُمَ۔ کہیں تین سے زائد بھی ہوتے ہیں۔ جیسے اَكْرَمَ۔ بَعْثَرَ۔ اِجْتَنَبَ۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان لفظوں میں زیر۔ زبر۔ جزم۔ و تشدید کی وجہ سے بھی اختلاف

ہوتا ہے جیسے سہ حرفی میں کوئی بروزن فَعَلَ (نَصَرَ) ہے۔ کوئی بروزن فَعِلَ (سَمِعَ) ہے۔ کوئی فَعَّلَ (صَرَّفَ) کوئی تَفَاعَلَ (تَقَابَلَ) وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک قسم کو باب کہا جاتا ہے۔ اور اسی کا جمع ابواب ہے۔ ابواب کا جاننا اس لئے بہت ضروری ہے کہ بغیر ابواب کے جانے ہوئے الفاظ کا صحیح زیر و زبر کے ساتھ پڑھنا ناممکن ہے۔ اور جب الفاظ غلط ہونگے تو معنی بھی صحیح نہیں کئے جا سکتے۔

(ب) پھر بتایا جائے کہ یوں تو کل ابواب بہت ہیں جن کی تعداد چالیس سے اوپر پہونچتی ہے۔ مگر عموماً قرآن شریف اور عربی کتابوں میں بیس باب مستعمل ہیں۔ پس ان بیس کو اچھی طرح سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیئے اور ہر ایک باب کا جو دوسرے باب سے فرق ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ان بیس ابواب کی تقسیم حسب ذیل ہے

(۱) صرف تین حرف والے باب یعنی ثلاثی مجرد پانچ ہیں۔

(۲) ثلاثی مزید بے ہمزۂ وصل۔ یعنی جس میں تین حروف اصلی سے زائد ہوں اور ان کے شروع میں ہمزۂ وصل نہ ہو۔ پانچ باب ہیں

(۳) ثلاثی مزید باہمزۂ وصل۔ یعنی جس میں حروف زائد ہوں اور ہمزۂ وصل بھی شروع میں ہو۔ اس کے سات باب ہیں۔

(۴) رباعی جس میں چار حروف اصلی ہیں۔ ان کے تین باب مستعمل ہیں،

(ج) ان ۲۰ ابواب کے یاد کرانے کی صورت یہ ہو۔ پہلے ثلاثی مجرد کے بابوں کی مشق کرا دی جائے۔ چونکہ ان بابوں کے الفاظ میں کوئی نشانی نہیں ہوتی جس سے پہچانا جائے اس لئے ان ابواب کا صحیح طور پر جاننا سننے پر موقوف ہے۔ عربی دانوں سے جیسے سنا گیا ویسا ہی بولا جائیگا۔ ان کے بعد وہ پندرہ باب ہیں جن کو نشانیوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ان ۱۵۔ ابواب میں سے اولاً ثلاثی مزید بے ہمزۂ وصل کی مشق کرائی جائے۔ اس طرح کہ پہلے ابواب کا نام

اِفْعَال۔ تَفْعِیْل۔ تَفَعُّل۔ مُفَاعَلَة۔ تَفَاعُل۔ یاد کرائیں۔

پھر ہر ایک کی گردان یاد کرائی جائے۔ اس طرح کہ ہر باب کا وزن اور اُسکا زیر زبر دوسرے سے ممتاز ہو کر طالب علم کے ذہن میں اُتر جائے۔ گردان کے یاد ہونے کے بعد کسی ایک لفظ کو پانچوں ابواب میں استعمال کر کے مشق مکمل کرا دی جائے۔ مثلاً۔ اَسْلَمَ۔ ماضی (۱) اَسْلَمَ۔ (۲) سَلَّمَ (۳) تَسَلَّمَ۔ (۴) سَالَمَ۔ (۵) تَسَالَمَ۔

پھر یُسْلِمُ۔ مضارع۔ (۱) یُسْلِمُ۔ (۲) یُسَلِّمُ۔ (۳) یَتَسَلَّمُ (۴) یُسَالِمُ۔ (۵) یَتَسَالَمُ۔

پھر امر اَسْلِمْ۔ سَلِّمْ۔ تَسَلَّمْ۔ سَالِمْ۔ تَسَالَمْ۔

پھر اسم فاعل۔ مُسْلِمٌ۔ مُسَلِّمٌ۔ مُتَسَلِّمٌ۔ مُسَالِمٌ۔ مُتَسَالِمٌ

اسی طرح مختلف لفظوں سے مشق کرائی جائے۔

(د) ثلاثی مزید بے ہمزۂ وصل کے ۵ بابوں کی مشق کے بعد ثلاثی مزید باہمزۂ وصل کے سات ابواب کی مشق کرائیجائے۔ پہلے ساتوں بابوں کے مصادر کے نام یاد کرائے جائیں۔ پھر گردان یا نشانی کے ذریعہ ہر باب کا دوسرے باب سے جو فرق ہے اسے ذہن نشین کیا جائے۔ پھر مختلف مصادر سے اچھی طرح مشق کرائی جائے۔

(ھ) اس کے بعد رباعی کے تین باب (۱) فَعْلَلَةٌ (۲) تَفَعْلُلٌ (۳) اِفْعِلَّالٌ کی مشق کرائی جائے۔ ان چاروں قسموں کی الگ الگ مشق کرانے کے بعد بیسوں بابوں کی مشق شروع کیجائے۔ اس طرح کہ کوئی لفظ ثلاثی مجرّد کا کوئی ثلاثی مزید۔ کوئی رباعی کا پوچھا جائے۔ طالب علم بتانے میں غلطی کرے تو اس کو سوچ کر بتانے کی فہمائش کی جائے۔ ابواب کے یاد کرانے میں وقت تو ضرور لگتا ہے مگر مذکورہ بالا ہدایتوں کے مطابق یاد کرانے میں بہت کافی سہولت ہوتی ہے اور مہینوں کا کام ایک یا دو ہفتوں میں ہو جاتا ہے۔

تعلیل تسہیل وادغام کی تعلیم

ہید ـــ اس حصہ کو پڑھانے سے پہلے اس حصہ کا فائدہ طالب علم کو
یا جائے۔ اور یہ کہ عربی زبان چونکہ نہایت شیریں اور سہل ہے اس لئے اگر
ظ کو ذراسی تبدیلی کے بعد مختصر سہل بنایا جاسکتا ہے تو اس کو قواعد کے
ابق سہل اور مختصر کرلیا جاتا ہے۔ اور یہ ہرگز جائز نہیں سمجھا جاتا ہے
اس کو پہلی حالت پر باقی رہنے دیا جائے۔ مثال کے طور پر لفظ قَوْلٌ
ماضی قَوَلَ آئیگا۔ لیکن قَوَلَ کے لحاظ سے قَالَ بولنے میں سہل ہے۔
قاعدہ کے مطابق اس کو قَالَ بنالیا جاتا ہے۔ ایسے قَوَلْتُمْ سے
لْتُمْ آسان ہے۔ لہذا قَوَلْتُمْ بولنا غلط ہے اس کو قُلْتُمْ ہی بنانا
یگا۔ اس قسم کی تبدیلیاں جو ہوتی ہیں وہ تین قسموں میں ہوتی ہیں جن کو
) مہموز (۲) معتل (۳) مضاعف کہتے ہیں۔ لہٰذا پہلے ان کو
ھنا چاہئے۔

(۱) پہلے فعل کی چاروں قسمیں بتائی اور سمجھائی جائیں۔ وہ چاروں
یں یہ ہیں۔ (۱) صحیح۔ (۲) مہموز۔ (۳) معتل۔ (۴) مضاعف
چاروں قسموں کی تعریف بتانے کے بعد مختلف الفاظ سے اس کی
ن کرائی جائے کہ صحیح۔ مہموز۔ معتل۔ اور مضاعف کی اچھی طرح

پہچان ہو جائے۔

(۲) جب چاروں قسموں کو طالب علم خوب پہچاننے لگے تو پھر یہ ذہن نشین کرائیے کہ صحیح میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ تینوں قسموں میں ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ساتھ ہی ساتھ بتانا چاہئے کہ تبدیلی مہموز کے ہمزہ معتل کے علّت اور مضاعف کے ۲ دو ہم جنس حروف میں کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہمزہ حرف علّت اور ۲ دو ہم جنس حرفوں پر پوری نگاہ رکھی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ان حروف پر کیا حرکت ہو۔ زیر۔ زبر پیش۔ یا جزم۔ ان سے پہلے اور ان کے بعد کیا کیا حروف آتے ہیں۔ اور ان پر کیا حرکتیں ہیں۔ جن حرفوں میں تبدیلی کرنی ہے ان کی حرکتوں اور اُن کے ماقبل اور مابعد کی حالت اگر پوری طرح نگاہ میں نہ رکھی جائیگی تو پھر تبدیلی نہیں ہوسکیگی۔

تبدیلی کے طریقے اور قواعد

صحیح طور پر تبدیلی کرنے کیلئے یہ ضروری ہو کہ اس صیغے اور فعل کو اُس باب کے صحیح لفظ کے وزن پر پہلے لے جایا جائے اس لئے ضروری ہو کہ صحیح لفظوں سے بیس ابواب کی مشق اچھی طرح کیجائے اگر صحیح لفظوں کے باب جاننے میں خامی ہو تو تعلیل وغیرہ نہیں ہوسکیگی۔ جب وہ لفظ صحیح صیغہ کے وزن پر آجائے تو پھر قواعد کے مطابق اس میں تبدیلی کیجائے۔ ان قواعد کو صرف کی کتابوں اور مفتاح القرآن میں دیکھ لینا چاہئے

مہموز میں تبدیلی کرنے کو تسہیل کہتے ہیں۔ معتل میں تبدیلی کرنے کو تعلیل اور مضاعف کی تبدیلی کو ادغام کہتے ہیں۔ تسہیل تعلیل اور ادغام کے قواعد کو اس طرح پڑھایا جائے کہ پہلے تسہیل کے قواعد پڑھا دیے جائیں۔ پھر ان کی مشق کرا دیجائے۔ مشق کراتے وقت اس کا خوب خیال رکھنا چاہئیے کہ طالب علم ان تبدیلیوں کو خوب سمجھ رہا ہے کہ نہیں۔ وہ محض رٹ کر دہرا رہا ہے یا واقعۃً یہ سمجھ رہا ہو کہ فلاں حرف میں تبدیلی کرنا ہے اور اس کے ماقبل اور مابعد کی شکل یہ ہے۔ اور فلاں قاعدہ کے مطابق اس میں تبدیلی ہوگی اور بعد اس کے یہ شکل ہو جائے گی۔ ضروری قواعد مفتاح القرآن میں بہت اختصار سے لکھے گئے ہیں۔ پڑھاتے وقت ان کو سامنے رکھا جائے پس اس حصّہ پر صرف کی تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ کیونکہ فنِ صرف میں انھیں چار باتوں کا جاننا مقصود ہے۔ اوّل (صیغے) دوسرے (افعال واسمائِ مشتقّہ) تیسرے (ابواب) چوتھے (تسہیل و تعلیل و ادغام) اتنا پڑھانے کے بعد قرآن پاک یا عربی کی کوئی اور کتاب پڑھاتے وقت یہ جانچ لیا جائے کہ طالب علم ایک ایک لفظ کو اچھی طرح سے سمجھ رہا ہے یا نہیں۔ اگر اس طرح سے پڑھایا جائیگا تو صرف کی پوری مشق ہو جائیگی۔ اور قواعد میں جو خامیاں رہ گئی ہیں سب دور ہو جائینگی۔

قرآن پاک کے بعض الفاظ میں رسم الخط کی وجہ سے یا چند لفظوں کے ملانے کی وجہ سے بظاہر صیغہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے مفتاح القرآن حصہ چہارم میں حصہ صرف کے خاتمے پر مشکل صیغے لکھ دیے گئے ہیں۔ اور سب کو حل کر دیا گیا ہے۔ متعلم کو ان مشکل صیغوں کی بھی مشق کرا دینی چاہیئے۔ جو حضرات صرف میں کافی بصیرت حاصل کرنی چاہتے ہوں ان کو علم الصیغہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی کی تصنیف ہے جو انڈمان میں لکھی گئی۔

نوٹ۔ خوب سمجھنا چاہیئے کہ قواعد صرف کو کام میں لانے کا دار مدار رٹنے پر نہیں بلکہ مشق پر ہے۔ معلم کو محنت کرنی چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ الفاظ مشق کرائے۔

نحو کی تعلیم

عربی نحو کے دو خاص مقصد ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ کسی عبارت کے الفاظ کے آخر پر جو حرکت یعنی زیر زبر پیش ہو اُس کو صحیح طور پر پڑھنا۔ یہ ایک بڑا ضروری مقصد ہے۔ کیونکہ اگر پیش کی جگہ زبر یا زبر کی جگہ زیر پڑھا جائے تو سخت غلطی کی بات ہے اور اس کی وجہ سے غلط معنی پیدا ہونگے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ کسی عبارت میں یہ معلوم کیا جائے کہ اسکے الفاظ کا باہم ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔ عربی کی کتابوں میں دونوں مقاصد پیش نظر رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں زیر، زبر نہیں ہوتا۔ تو اگر نحو کے ذریعہ صحیح زیر، زبر لگانے کا طریقہ نہ معلوم کیا جائیگا تو عبارت صحیح نہ پڑھی جا سکے گی۔ ایسے ہی اگر باہم الفاظ کا تعلق نہ معلوم ہو تو معنی نہیں کئے جا سکینگے۔ لیکن قرآن شریف میں چونکہ زیر، زبر عبارت پر لگی رہتی ہے لہذا یہاں زیادہ تر دوسرا مقصد پیش نظر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جملہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ میں نحو کے ذریعہ یہ معلوم کیا جائیگا کہ اَلرَّحْمٰن کے ن، عَلَّمَ کے م اور اَلْقُرْاٰن کے ن کی کیا حرکت ہے۔ اور یہ کہ ان تینوں لفظوں کا باہم کیا تعلق ہے۔

نحو سے کام لینے کا طریقہ

کسی عبارت میں آخری حروف پر صحیح زیر و زبر لگانے اور باہمی الفاظ کے تعلق جاننے کے لئے حسب ذیل طریقہ پر عمل کیا جائے۔

(۱) جو جملہ پڑھے اس میں سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ کون سا لفظ اسم ہے کون فعل ہے اور کون حرف۔

(۲) ہر لفظ کے بارے میں جاننا چاہئے کہ وہ معرب ہے یا مبنی۔

(۳) مبنی ہے تو اس کی مقررہ حرکت کیا ہے۔ اگر معرب ہے تو مختلف حالتوں میں اُس کو کیا حرکت دیجاتی ہے۔

(۴) وہ لفظ عامل ہے یعنی دوسرے پر موثر ہے یا معمول یعنی کسی دوسرے لفظ کا اثر قبول کر رہا ہے۔

(۵) اگر وہ معمول ہے تو اُس پر کیسا عامل ہے۔

ان پانچوں باتوں کو سمجھ لینے کے بعد صحیح عبارت پڑھنی آجائیگی۔ اور لفظوں کا باہم تعلق معلوم ہو جائیگا۔ لہذا معلم کو ان پانچوں کے متعلق تفصیلی علم رکھنا چاہئے۔

معمولات کا بیان

سب سے پہلے لفظوں کی بحث اس حیثیت سے کی جائے کہ کتنے الفاظ کی حرکتیں مقرر ہیں جو نہیں بدلتی ہیں۔ اور کتنے الفاظ ایسے ہیں جن کی حرکتیں بدلتی رہتی ہیں۔ پھر یہ کہ کن کن حالتوں میں ان پر کیا حرکت آتی ہے۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے معرب۔ مبنی۔ غیر متمکن و اسم متمکن کی جملہ قسموں کو سمجھایا جائے

کلمہ کی تین قسموں اسم، فعل، حرف کو پہچاننے کے بعد مبنی اور معرب کی پہچان بہت آسان ہے۔ تمام عربی الفاظ کی پانچ قسمیں مبنی ہیں (۱) تمام حروف۔ (۲) اسم غیر متمکن۔ (۳) فعل ماضی۔ (۴) امر حاضر معروف۔ (۵) فعل مضارع۔ اگر اس میں ن جمع مونث یا نون تاکید لگا ہو۔ کل دو قسمیں معرب ہیں۔ ایک۔ اسم متمکن۔ دوسرے فعل مضارع جو ن جمع مونث و ن تاکید سے خالی ہو۔

فعل ماضی۔ امر۔ اور فعل مضارع کا بیان تو صرف میں مذکور ہے تمام حروف، اسم غیر متمکن، اور اسم متمکن کا بیان نحو کی تمام کتابوں میں ہے۔

اسم غیر متمکن یعنی مبنی کی آٹھ قسمیں

(۱) ضمیریں۔ (۲) اسماء اشارہ (۳) اسماء موصولہ (۴) اسماء افعال،

(۵) اسماء اصوات (۶) اسماء ظروف (۷) اسماء کنایات۔ (۸) مرکب بنائی۔

اسم متمکن یعنی معرب کی ۱۶ سولہ قسمیں

ان ۱۶ قسموں کی تفصیل سمجھنے سے پہلے اسم کی حسب ذیل اصطلاحات سمجھنا چاہئے۔

(۱) مفرد۔ (۲) تثنیہ (۳) جمع مذکر سالم (۴) جمع مونث سالم۔ (۵) جمع مکسر (۶) جمع منتہی الجموع (۷) معرفہ (۸) نکرہ (۹) علم (۱۰) مذکر و مونث (۱۱) منصرف (۲) غیر منصرف (۱۳) اسم صحیح (۱۴) قائم مقام صحیح (۱۵) اسم منقوص (۱۶) اسم مقصور۔

اسم متمکن کی اعراب کے لحاظ سے ۱۶ سولہ قسمیں

(الف) اعراب بالحرکت

(۱) مفرد منصرف صحیح جیسے رَجُلٌ۔ (۲) منفرد منصرف قائم مقام صحیح جیسے۔ دَلْوٌ۔ (۳) جمع مکسر منصرف جیسے۔ رِجَالٌ۔ ان تینوں قسموں کا اعراب حالت رفع میں پیش۔ حالت نصب میں زبر۔ اور حالت جر میں زیر ہوتا ہے۔ (۴) جمع مُونث سالم جیسے مُسْلِمَاتٌ۔ حالت رفع میں پیش حالت نصب و جر میں زیر۔ (۵) غیر منصرف حالت رفع میں پیش

حالت نصب و جر میں زبر جیسے اَحْمَدَ۔

(ب) اعراب بالحرف

(۶) اسماء مشتقہ۔ اب۔ اَخٌ۔ حَمٌ۔ فَمٌ۔ هَنٌ۔ جب یائے متکلم کے علاوہ کسی اسم کیطرف مضاف ہوتے ہیں تو حالت رفع میں واؤ۔ حالت نصب میں الف حالت جر میں ي کے ساتھ۔ (۷) تثنیہ۔ (۸) کِلَا و کِلْتَا۔ حالت رفع میں الف۔ حالت نصب و جر میں ي ماقبل مفتوح۔ (۹) جمع مذکر سالم (۱۰) عشرون سے تسعون تک (۱۱) لفظ اولو حالت رفع میں واؤ ماقبل مضموم۔ حالت نصب و جر میں یا ماقبل مکسور۔

(ج) اعراب تقدیری

(۱۲) اسم مضاف یائے متکلم کی طرف جیسے غلامی (۱۳) اسم مقصور جیسے موسیٰ ہر حالت میں اعراب پوشیدہ (۱۴) اسم منقوص۔ حالت رفع میں پیش پوشیدہ۔ حالت جر میں زیر پوشیدہ۔ حالت نصب میں زبر لفظی جیسے القاضی۔ (۱۵) جمع مذکر سالم یائے متکلم کیطرف مضاف حالت رفع میں واؤ پوشیدہ

ان قسموں کی مشق کا طریقہ

ان قسموں کے مشق کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک لفظ لیکر اُس کے مختلف اسماء بنائے جائیں اور طالب علم سے سوال کئے جائیں۔ مثلاً

(۱) مُسْلِمٌ کا کیا اعراب ہے اسی طرح (۲) مُسْلِمَاتٌ۔ (۳) مُسْلِمَۃٌ۔ ایک عورت کا نام۔ (۴) اَبُوْمُسْلِمٍ۔ (۵) مُسْلِمَانِ۔ (۶) مُسْلِمُوْنَ (۷) مُسْلِمِیْنَ کے کیا اعراب آئینگے۔ ان لفظوں پر مختلف عوامل رافع ناصب۔ وجار داخل کرکے طالب علم کو اعراب کی صحیح شکل ذہن نشین کرائی جائے۔

فعل مضارع معرب کی چار صورتیں

(۱) جس کے آخر میں حرف علت اور ن اعرابی نہ ہو۔ حالت رفع میں پیش نصب میں زبر۔ اور سکون میں جزم۔

(۲) جسکے آخر میں واو یا ي ہو حالت رفع میں پیش تقدیری۔ حالت نصب میں زبر ظاہر۔ حالت جزم میں واو اور یا ساقط۔

(۳) جس کے آخر میں الف ہو۔ رفع و نصب تقدیری۔ حالت جزم میں الف ساقط۔

(۴) جسکے آخر میں ن اعرابی ہو۔ حالت رفع میں ن ثابت حالت نصب وجزم میں ن ساقط۔

مرفوعات

وہ اسم جو پیش کی حالت میں ہوتے ہیں

(۱)۔ مبتدا (۲) خبر (۳) فاعل (۴) نائب فاعل (۵) حروف مشبّہ

بہ فعل کی خبر (۶) لا نفی جنس کی خبر (۷) افعال ناقصہ کا اسم (۸) ما و لا بمعنی لَیْسَ کا اسم

منصوبات

وہ اسم جو زبر کی حالت میں ہوتے ہیں بارہ[۱۲] ہیں

(۱) مفعول بہ۔ (۲) مفعول مطلق (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول سببی (۵) مفعول معہٗ (۶) حال۔ (۷) تمیز۔ (۸) مستثنیٰ (۹) حروف مشبہ بہ فعل کا اسم۔ (۱۰) لائے نفی جنس کا اسم (۱۱) افعال ناقصہ کی خبر۔ (۱۲) ما و لا بمعنی لیس کی خبر

مجرورات۔ دو[۲] ہیں

(۱) مضاف الیہ (۲) مجرور حرف جر کے ذریعہ۔ کہیں کہیں اسموں کو اعراب تابع ہونے کی وجہ سے ملتا ہے۔

توابع پانچ[۵] ہیں

(۱) صفت۔ (۲) تاکید۔ (۳) بدل (۴) عطف حرف کے ذریعہ (۵) عطف بیان۔

عوامل کا بیان

کلمہ کی تینوں قسمیں (۱) اسم۔ (۲) فعل۔ (۳) حرف۔ عامل ہیں
لیکن حرف زیادہ عامل ہے۔ اس کے بعد فعل۔ پھر اسم عامل ہوتا ہے۔

حروف عاملہ کی دو ۲ قسمیں ہیں

(۱) اسم پر عمل کرنے والے۔ (۲) فعل پر عمل کرنے والے۔

(الف) اسم پر عمل کرنے والے حروف کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) حروف جار۔ (۲) حروف مشبہ بہ فعل۔ (۳) لا نفی جنس (۴) ما و لا مشبہ بہ لیس۔ (۵) حروف ندا۔

(ب) فعل پر عمل کرنے والے حروف کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حروف ناصبہ۔ (۲) حروف جازمہ۔

ان عوامل کو اس طرح پڑھانا اور مشق کرانا چاہیئے کہ کل قسمیں اور اُن کے عمل طالب علم کے ذہن کے سامنے برابر رہیں۔

افعال عاملہ

فعل کا عمومی عمل یہ ہے کہ وہ اپنے فاعل اور نائب فاعل کو پیش دیتا ہے اند مفعولات وحال کو زبر دیتا ہے۔ اس بیان میں فاعل ونائب فاعل اور جملہ مفعولات کو مثالوں کے ذریعہ سمجھانا چاہیئے۔

عام استعمال کے علاوہ چند خاص قسمیں افعال کی یہ ہیں۔

(۱) افعال ناقصہ (۲) افعال مقاربہ۔ (۳) افعال مدح وذم (۴) افعال تعجب

ان میں سے ہر ایک کا بیان الگ الگ پڑھا کر یاد کرایا جاوے۔

اسمارِ عاملہ بارہ ہیں

(۱) مبتدا۔ (۲) اسم فاعل (۳) اسم مفعول (۴) صفت مشبّہ۔

(۵) اسم تفضیل۔ (۶) مصدر۔ (۷) اسمار افعال بمعنی ماضی

(۸) اسمار افعال بمعنی امر۔ (۹) اسمار شرطیہ۔ (۱۰) اسم تام۔

(۱۱) اسمار کنایہ۔ (۱۲) اسم مضاف۔

ان بارہ قسموں کے عمل کی تفصیل مفتاح القرآن کے حصّہ نحو میں ہے اور اس کو یہاں دُہرانا لاحاصل ہے۔ نحو کی تعلیم اور زبان عربی میں اس سے فائدہ اُٹھانے کا دار و مدار اس پر ہے کہ لفظ کی دونوں حالتوں یعنی معمول اور عامل ہونے پر پوری نگاہ رکھی جائے۔ اس سے اعراب صحیح ہوگا اور کلمات کے معنی بھی واضح ہوجائینگے۔

عربی عبارت پڑھانے کا طریقہ

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ اس آیت میں پہلے ہر ہر لفظ کے معنی الگ الگ بتائے جائیں پھر پوری آیت کا ترجمہ کرایا جائے جس طرح مفتاح القرآن حصہ اول و دوم میں پڑھانے کا طریقہ رہا ہے ترجمہ کے بعد آیت مذکورہ بالا کے ہر ہر لفظ پر حسب ذیل سوالات کئے جائیں۔ پہلا سوال۔ یہ لفظ اسم ہے یا فعل ہے یا حرف۔

سوالات بابتہ حرف الف (۱) اگر حرف ہے تو حرف عامل ہے یا غیر عامل۔

(۲) اگر حرف عامل ہے تو اسم پر داخل ہوتا ہے یا فعل پر

(۳) اس کا عمل کیا ہوتا ہے۔

(۴) اور کون کون حروف ہیں جن کا عمل اسی حرف کی طرح ہوتا ہے۔

سوالات بابت اسم۔ ب اگر اسم ہے (۱) تو عامل ہے یا معمول۔

(۲) اگر عامل ہے تو اس کا عمل کیا ہے۔

(۳) اگر معمول ہے تو مبنی ہے یا معرب۔

(۴) اگر مبنی ہے تو کیوں؟ اگر معرب ہے تو اسکا کیا اعراب ہے۔

(۵) اس پر کوئی اعراب رفع، نصب، جر اگر ہے تو کیوں، اس پر عامل کون ہے۔ اس پر اعراب اصلی ہے یا تابع ہو کر

سوالات بابت فعل: ج۔ اگر فعل ہے تو (۱) مبنی ہے یا معرب

(۲) اگر معرب ہے تو اس پر عامل کون حرف ہے۔

(۳) اس فعل کے معمولات یعنی فاعل و مفعول کیا ہیں۔

صرفی سوالات:۔ اگر فعل یا اسم مشتق ہے تو صرفی حیثیت سے چار سوال کئے جائیں

(۱) صیغہ کیا ہے۔ (۲) فعل یا اسم مشتق کون ہے۔ (۳) کس باب سے ہے۔ (۴) اس میں تعلیل وغیرہ ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ہوئی ہے تو کیا۔

اس طریقۂ تعلیم کی عملی تشریح

پہلے معنے بتایئے

قَدْ۔ تحقیق، جَاءَ۔ آئی، کُمْ۔ تم تک۔ مِنْ۔ سے، اَللّٰہِ۔ اللہ، مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے، نُوْرٌ۔ ایک روشنی، وَ۔ اور، کِتَابٌ۔ ایک کتاب، مُبِیْنٌ۔ واضح، کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ واضح کتاب، یَھْدِیْ۔ ہدایت دیتا ہے، بِہٖ۔ اس کے ساتھ، اَللّٰہُ۔ اللہ، مَنْ۔ جس شخص نے، اِتَّبَعَ۔ پیروی کی، رِضْوَانَہٗ۔ اس کی رضامندی، سُبُلَ۔ راستے اَلسَّلَامِ۔ سلامتی، وَ۔ اور، یُخْرِجُ۔ نکالتا ہے، ھُمْ۔ اُن کو، مِنَ الظُّلُمَاتِ۔ تاریکیوں سے، بِ۔ ساتھ، اِذْنِہٖ۔ اپنے حکم بِاِذْنِہٖ۔ اپنے حکم کے ساتھ، وَ۔ اور، یَھْدِیْ۔ ہدایت کرتا ہے، اِلٰی۔ طرف، صِرَاطٍ۔ راستہ، مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھا، صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھا راستہ،

مفردات کے معنی کے بعد پوری آیت کا پہلے لفظی ترجمہ پھر بامحاورہ ترجمہ کرائے

قواعد کے سوالات اور جوابات

سوال۔ قَدْ۔ کون سا کلمہ ہے۔ **جواب**۔ حرف ہے۔

س۔ یہ حرف عامل ہے یا غیر عامل۔ ج۔ غیر عامل ہے۔

س۔ اسم پر داخل ہوتا ہے یا فعل پر
ج۔ فعل پر داخل ہوتا ہے۔

س۔ اس کے کیا معنی ہیں۔
ج۔ فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کے معنی ہیں تحقیق۔ اور فعل مضارع پر داخل ہو تو اس کے معنی کبھی کبھی

س۔ جَاءَ کیا ہے۔
ج۔ جَاءَ فعل ماضی ہے۔

س۔ جَاءَ فعل کی پوری تحقیق کیا ہے۔
ج۔ الف۔ جَاءَ۔ صیغہ واحد مذکر غائب
ب۔ فعل ماضی معروف
ج۔ باب ضَرَبَ۔ یَضْرِبُ
د۔ جَاءَ اصل میں جَيَئَ تھا اجوف یائی اور مہموز لام ہے۔ ی متحرک اس سے ماقبل مفتوح ي کو الف سے بدلا جَاءَ ہو گیا۔

س۔ کُمْ۔ کیا ہے
ج۔ اسم ضمیر ہے۔

س۔ کُمْ۔ معرب ہے یا مبنی
ج۔ کُمْ۔ مبنی ہے کیونکہ اسم غیر متمکن ہے

س۔ کُمْ۔ حالت نصب میں ہوتے ہوئے زبردار کیوں نہیں۔
ج۔ یہ جزم پر مبنی ہے اور مبنی کی حرکت نہیں بدلا کرتی ہے۔

س۔ مِنْ۔ کیا ہے۔
ج۔ مِنْ۔ حرف جر ہے۔ اسم پر

داخل ہوتا ہے اور اسکو زیر دیتا ہے۔

س۔ اَللّٰہ کیا ہے ج۔ اسم معرفہ ہے علم ذات باریتعالیٰ کا

س۔ یہاں اَللّٰہ کے لفظ پر کون اعراب ہے۔ ج۔ جر ہے۔ کیونکہ مِنْ جارہ اُس پر داخل ہے۔

س۔ اَللّٰہ۔ اسم متمکن کی کون قسم ہے ج۔ مفرد منصرف صحیح ہے۔ جس پر پیش کی حالت میں پیش۔ زبر کی حالت میں زبر اور زیر کی حالت میں زیر آتا ہے۔

س۔ نُوْرٌ۔ کیا ہے۔ ج۔ نُوْرٌ۔ اسم معرب ہے کیونکہ اسم متمکن ہے

س۔ نُوْرٌ اسم متمکن کی کون قسم ہے۔ ج یہ مفرد منصرف صحیح ہے۔

س۔ نُورٌ۔ کو پیش کیوں ہے۔ ج۔ نُوْرٌ۔ جَآءَ۔ کا فاعل ہے۔

س۔ واو کیا ہے۔ ج۔ واو۔ حرف عطف ہے۔

س۔ واو عاطفہ عامل ہوتا ہے یا نہیں۔ ج واو عاطفہ حروف غیر عاملہ میں سے ہے۔ اس کا کام دو کلموں یا دو فقروں کو جوڑنا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کو معطوف علیہ اور بعد والے کو معطوف کہتے ہیں۔

س۔ کِتَابٌ۔ کیا ہے۔ ج۔ اسم متمکن ہے۔ مفرد منصرف صحیح۔

س۔ کِتَابٌ کو پیش کیوں ہے۔ ج۔ نُوْرٌ کے اوپر عطف ہے۔

س۔ مُبِیْنٌ۔ کیا ہے۔ ج۔ اسم متمکن ہے۔ نحوی لحاظ سے مفرد منصرف صحیح ہے

س۔ صرفی لحاظ سے مُبِیْنٌ کی تحقیق کیجئے۔ ج۔(۱) صیغہ واحد مذکر (۲) اسم فاعل (۳) باب افعال سے۔(۴) اصل میں مُبْیِنٌ تھا۔ بروزن مُکْرِمٌ ی متحرک ما قبل اسکے حرف صحیح ساکن ی کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دی مُبِیْنٌ ہو گیا۔

سوال۔ اس آیت کی ترکیب نحوی کیجئے۔

جواب۔ قَدْ حرف تحقیق۔ جَاءَ فعل، کُمْ ضمیر مفعولی، مِنْ حرف جار، اَللّٰہِ مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل کے نُوْرٌ معطوف علیہ، و حرف عطف کِتَابٌ موصوف، مُبِیْنٌ صفت، موصوف اپنے صفت سے مل کر معطوف ہوا نُوْرٌ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل ہوا جَاءَ فعل کا۔ فعل اپنے فاعل، مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

اسی طرح آیت کے ہر ہر لفظ کی نحوی و صرفی تحقیق طالب علم سے کرائی جائے۔ یہاں تک کہ صرف و نحو کے جملہ قواعد اچھی طرح جاری ہو جائیں۔ ابتداءً اس طرح سبق بہت کم ہوگا۔ مگر ایک ماہ ہی میں طالب علم کو تمام مسائل ازبر ہو جائینگے اور اتنی عمدہ استعداد ہو جائیگی کہ قرآن شریف، حدیث شریف کے علاوہ مشکل سے مشکل عربی کتاب پڑھنے میں اُسے کوئی دقت نہ محسوس ہوگی۔

آج کل عموماً عربی طلبہ میں عربی زبان کی قابلیت اس لئے اچھی نہیں ہوتی کہ اوّلاً نحو اور صرف کے مسائل انھیں مستحضر نہیں رہتے۔ مزید براں عبارت پڑھتے وقت قواعد کی مشق نہیں کرائی جاتی۔ بہر حال آپ عبارت پڑھاتے ہوئے ان باتوں کا خاص لحاظ رکھئے۔

اول۔ ہر ہر لفظ کا الگ الگ صحیح ترجمہ بتائیے۔ پھر ترکیب میں بامحاورہ ترجمہ سمجھائیے۔

دوم۔ نحوی قواعد کی خوب مشق کرائیے۔

سوم۔ افعال و اسماءِ مشتقہ میں (۱) صیغہ (۲) فعل، اسم مشتق۔ (۳) باب (۴) تعلیل، تسہیل وادغام ضرور پوچھئے۔

فہمِ قرآن کیلئے چند بنیادی باتیں

پچھلے اوراق میں جو اسباق اور قواعد لکھے گئے ہیں وہ عربی زبان اور ترجمۂ قرآن کو آسان بنانے کیلئے ہیں۔ اب فہمِ قرآن کی بابت بھی کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن پڑھنے کا مقصد لفظی ترجمہ کر لینے ہی سے نہیں حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ قرآن کی ایک ایک آیت کو اچھی طرح سمجھا جائے تاکہ قرآن کا مدّعا خوب واضح ہو کر سامنے آجائے۔ اور منشاءِ الٰہی پر پوری طرح عمل کیا جا سکے۔ ہم سبھی کو معلوم ہے کہ کسی فن کی معمولی سی معمولی کتاب ہو محض اُس کی زبان جاننے سے کوئی اُس کا عالم یا ماہر نہیں ہو جاتا ہے، بلکہ اس فن کو سمجھنے کے لئے اس فن کے موضوع۔ اس کی مبادیات اور اصطلاحات سے واقف ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انسانی علوم وفنون اور انسانی تصانیف کے باب میں ہمارا یہ خیال ہے تو ربّ العالمین کے آخری عالمگیر پیغام قرآن مجید کی بابت یہ خیال کہ عربی سیکھ لینے ہی سے اس کے تمام مضامین واضح ہو کر سامنے آجائینگے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں بات یہ ضرور ہے کہ سادہ ترجمہ کی قابلیت پیدا ہونے کے بعد فہمِ قرآن کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر طلب صادق اور ذوق صحیح ہے تو صحیح جدّ وجہد سے معارف الٰہیہ کے اُن خزانوں تک پہونچا جا سکتا ہے جو عام نظروں سے

مخفی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں قرآن کی ان خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو پیش نظر رکھنے سے قرآن کے سمجھنے اور اُس کے فیوض و برکات حاصل کرنے میں بہت مدد ملیگی۔ اِن خصوصیات کے سمجھنے میں زیادہ تر میں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا عبید اللہ سندھی، و مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی تحریرات سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اس لئے اگلے صفحات میں جو کچھ ہے انھیں بزرگوں کا فیض ہی۔ ہاں جہاں کہیں حشو و زوائد دکھائی دے یا کمزور و بے معنی عبارت نظر پڑے اس کو ان بزرگوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ سب اس عاجز و خاطی کے قصور و کم علمی کا نتیجہ ہے۔

قرآن صحیفۂ فطرت ہے

انسان کی تکمیل کیلئے تمام ضروری علوم و معارف قرآن کے پاروں اور سورتوں اور آیات میں ایک معجزانہ نظم و ترتیب کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ گو بظاہر ان میں انتشار معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت ان میں ایسا فطری ربط اور نیچرل تسلسل ہے جیسے تاریک رات میں آسمان پر چمگاتے ہوئے ستاروں میں جو بظاہر ایسے دکھائی پڑتے ہیں کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں جن میں کوئی نظم و ترتیب نہیں۔ لیکن ایک ماہر فلکیات جانتا ہے کہ ہر ستارہ اپنی اپنی جگہ پر ایک خاص نظام کے ماتحت کیسے کام کر رہا ہے۔ اور پھر ان ستاروں کا باہم ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔ ایسے ہی قرآن میں غور و تدبر کرنے والا سمجھ لیتا ہے کہ ہر آیت اپنے محل و موضوع میں کس خوبی سے نظم کی گئی ہے۔ اور ان میں کیسا لطیف ربط اور کیسی بلیغ ترتیب ہے۔

ہاں اس میں انسانی تصنیفات اور عام کتابوں والی ترتیب نہیں ہے کہ پہلے مقدمہ ہو۔ پھر اصل موضوع پر بحث۔ موضوع کے متعلق چند دعوے ہوں اور اُن پر خاص رنگ کے دلائل۔ کتاب کا ہر ایک مضمون خاص خاص ابواب و حصوں میں منقسم ہو۔ اور آخر میں خاتمہ۔ اگر کوئی شخص انسانی کتابوں والی ترتیب قرآن میں ڈھونڈیگا تو اُسے بڑی مایوسی ہوگی کیونکہ قرآن

کوئی انسانی تصنیف نہیں جس میں مصنوعی ترتیب اور تصنیفی پیرایۂ بیان ہو۔ قرآن الہام ربانی ہے۔ قرآن صحیفۂ فطرت ہے۔ قرآن نوشتۂ قدرت ہے۔ وہ اپنے اندر وہی خصوصیتیں رکھتا ہے جو دوسرے مظاہر قدرت میں پائی جاتی ہیں۔

پہاڑوں کا نشیب و فراز اور اُن کا تسلسل، دریاؤں کا پیچ و خم اور اُن کی روانی، پر بہار درخت اور اُن کی ہری بھری شاخیں۔ خود یہ انسان قدرت کا بہترین شاہکار۔ ایک عامی اور جاہل ان قدرتی مخلوقات کی بناوٹ کی حکمت اور طبعی ترتیب کو نہ سمجھ سکے لیکن ارباب علم و حکمت جتنا زیادہ ان پر غور کرتے ہیں قدرت کی عجیب و غریب کاریگری کے رموز ان پر کھلتے جاتے ہیں اور فطرت کی حکمت کے اسرار آشکارا ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ حیران و ششدر ہو کر بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

ٹھیک یہی حال قرآن پاک کا ہے سطحی اور سرسری نظر سے دیکھنے والے اُسے ایک منتشر اور غیر مربوط عبارتوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ مگر ایمان و تقویٰ کی روشنی والے جب اس میں غور و تدبر کرتے ہیں تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح پکار اُٹھتے ہیں کہ

ہر حرفے از حروف قرآن بشکل دریائے عظیم می نماید

قرآن کے نزول کا مقصد

خوب سمجھنا چاہیئے کہ قرآن کے نازل ہونے کا مقصد انسان اور عالم انسانیت کی کامل اصلاح اور مکمل فلاح ہے۔ اس کی دعوت ہے کہ انسان اپنے عقیدہ اور خیال، اپنے فکر و نظر، اپنے اخلاق و عمل میں وہ کمالات پیدا کرے جن پر انسانی زندگی کی کامیابی موقوف ہو۔ اور اپنے آپ کو ان تمام نظریات و افکار، اخلاق و اعمال سے بچائے جو اس دنیا میں بھی تباہ کن ہیں اور عقبیٰ میں بھی خسران اور عذاب کا سبب۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے قرآن کی دعوت کا مرکزی موضوع ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اپنی ہوا و ہوس اور اپنے وہم و گمان کی بندگی، غیر صالح سماجی رسوم۔ غیر عادلانہ آئین و قوانین کی غلامی سے آزاد ہو کر خدا کی اور صرف خدا کی غلامی اور بندگی اختیار کرے اللہ ہی کو اپنا آقا، حاکم اور معبود بنائے، قلب و قالب سے اللہ ہی کی مرضی کی پوری پوری اتباع کرے۔

بس اس مقصد و موضوع کو سامنے رکھ کر قرآن پڑھئے۔ ہر پارہ۔ ہر سورہ۔ ہر رکوع۔ ہر آیت میں آپ کو یہی دعوت الی اللہ کی روح تڑپتی ملیگی۔ اعتقادی مسائل ہوں یا قیامت و جہنم کے ہولناک حالات عبادتوں کے طریقے ہوں یا نکاح و طلاق کے معاملات، خرید و فروخت کے مسائل ہوں یا جہاد

وسیاسی معاملات پر ہدایات۔ الغرض کوئی موضوع ہو کوئی بیان ہو ہر ہر جگہ نرالے انداز اور موثر پیرائے میں خدا کی ذات کی طرف دعوت ہے۔ خدا کی صفات پر غور و تدبر کی پکار ہے اور خدا ہی کی عظمت و کبریائی کا اعلان ہے۔ تاکہ دنیا کے بازار میں سیر کرتا ہوا انسان اپنا اصلی مرکز نہ بھول جائے۔ اور دنیا کے عارضی تعلقات کی دلچسپیوں میں گم ہو کر اپنے مطلوب و محبوب حقیقی کو فراموش نہ کر بیٹھے، بلکہ وہ دنیا کی ہر چیز اور ہر تعلق سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اصلی منزل اور اپنے حقیقی محبوب و مرکز کی طرف بڑھتا چلا جائے۔

جو لوگ صرف عقائد کے باب میں بحث و مناظرہ کیلئے قرآن پڑھینگے، جو لوگ صرف طبعیات کے مسائل کا حل قرآن میں تلاش کرینگے، جو لوگ محض معاشرتی و معاشی اصلاح یا سیاسی اقتدار کے حصول کیلئے قرآن اٹھائینگے جو لوگ محض تاریخ و جغرافیہ کی کتاب سمجھ کر قرآن کریم کا مطالعہ کرینگے۔ ایسے تمام لوگوں کے دل و دماغ میں بے شمار الجھنیں پیدا ہونگی۔ قدم قدم پر قرآنی موضوع سے ہٹ کر اپنے اوہام و جذبات کے میدانوں میں بھٹکتے پھرینگے۔ انھیں قرآن میں انتشار نظر آئیگا۔ بے ربطی اور بے ترتیبی دکھائی دیگی۔ مگر جو لوگ اصل مقصد و موضوع خیال میں رکھتے ہوے قرآن کی تلاوت کرینگے ان کو قرآن کے پھیلے ہوے تمام مضامین میں ہدایت کی روشنی ملیگی۔ ان کی معرفت و یقین بڑھتا جائیگا۔ اور بالآخر ان کی زندگی یقیناً فلاح اور کامیابی کی آخری

منزل سے ہمکنار ہوگی۔

قرآن کے نزول کی کیفیّت

دنیا کی دوسری کتابوں کی طرح قرآن، مدوّن، مرتب اور مکمّل ہو کر یکبارگی انسانوں کے سامنے نہیں آگیا۔ بلکہ محمّد رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تدریجًا نازل ہوتا رہا۔ اور رفتہ رفتہ ۲۳ سال میں مکمّل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرتؐ کو سارے عالم کی اصلاح کیلئے منتخب فرمالیا تو اپنا پیغام بھیجنا شروع کیا۔ پہلا پیغام اُس وقت نازل ہوا جب آپ غارِ حرِا میں معتکف تھے۔ بلا کسی انتظار و توقع کے یکبارگی حضرت جبرئیلؑ پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ لے کر نازل ہوے۔

پہلی وحی اور اس کے بعد والی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی تعلیم دیگئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان کام کیلئے تیار کریں جو خدا نے ان کے سپرد کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے جب اپنے منصب اور اپنے مشن کا اعلان فرمایا تو صرف چند نفوس ایمان لائے۔ بقیہ سارا عرب اس دعوت و تحریک کے مٹانے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس دعوت کے ماننے والوں اور اسکے منکروں میں مستقل کشمکش شروع ہوگئی جس میں ایک طرف چند نفوس ہیں جو نہایت کمزور، غریب، بے یار و مددگار ہیں۔ دوسری طرف قوم قریش

اور پورا عرب ہے جو جتھے، طاقت، دولت اور ہر طرح کے ظاہری ساز و سامان کے مالک ہیں۔ مکہ کی سرزمین پر یہ کشمکش ۱۳ سال تک جاری رہی۔ اس مدت میں قرآن کی جو سورتیں اور آیتیں نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں۔ یہ آیتیں کتاب یا رسالہ کی صورت میں نازل نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ جیسی ضرورت آنحضرتؐ اور صحابہ کو انسانی ملکات کی تکمیل میں پیش آتی ویسی ہی آیتیں نازل ہوتیں ویسے ہی اوّلین مخاطب قوم کے عقاید و اخلاق اور اعمال میں جو بنیادی خرابیاں تھیں اُس کو دور کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی۔ اور ان کو انسانیت کے اصول فلاح و سعادت کی دعوت دی جاتی۔ مکی آیات کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں عموماً تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے اور انسانیت کی اصلاح کیلئے بنیادی باتوں کی طرف بلایا گیا ہے۔ میں یہاں مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے ایک اہم مضمون کا اقتباس پیش کر رہا ہوں جس میں مولانا نے بڑی جامعیت کے ساتھ قرآن پاک کی ابتدائی تعلیمات و کیفیت نزول قرآن کا نقشہ کھینچا ہے۔

"یہ قرآن اس نوعیت کی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اسے لکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیدیا ہو اور کہہ دیا ہو کہ اسے شایع کرکے لوگوں کو ایک خاص رویہ زندگی کی طرف بلائیں۔ نیز یہ اس نوعیت کی کتاب بھی نہیں ہے کہ اس میں تجریدی (Abstract) طریقہ پر موضوع اور مرکزی مضمون پر بحث کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں تصنیفی ترتیب

پائی جاتی ہے نہ کتابی اسلوب۔ دراصل اسکی نوعیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو پیغمبری کی خدمت کے لئے منتخب کیا اور اسے حکم دیا کہ اپنے شہر اور اپنے قبیلہ سے دعوت کی ابتدا کرے، یہ کام شروع کرنے کیلئے آغاز میں جن ہدایات کی ضرورت تھی صرف وہی دی گئیں۔ اور وہ زیادہ تر تین مضمونوں پر مشتمل تھیں۔

(۱) ایک پیغمبر کو اس امر کی تعلیم کہ وہ خود اپنے آپ کو اس عظیم الشان کام کیلئے کس طرح تیار کرے۔

(۲) حیثیت نفس الامری کے متعلق ابتدائی معلومات اور حقیقت کے بارے میں اُن غلط فہمیوں کی مجمل تردید جو گرد و پیش کے لوگوں میں پائی جاتی تھیں، جن کی وجہ سے اُن کا رویہ غلط ہو رہا تھا۔

(۳) صحیح رویّہ کی طرف دعوت اور ہدایت الٰہی کے اُن بنیادی اصول اخلاق کا بیان جن کی پیروی میں انسان کیلئے فلاح و سعادت ہے شروع شروع کے یہ پیغامات ابتدائی دعوت کی مناسبت سے بہت چھوٹے چھوٹے بولوں پر مشتمل تھے جن کی زبان نہایت شستہ، نہایت شیریں نہایت پُراثر اور مخاطب قوم کے مذاق کے مطابق بہترین ادبی رنگ لیے ہوئے تھی تاکہ دلوں میں یہ بول نشتر کی طرح پیوست ہو جائیں۔ کان خود بخود ان کے ترنم کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوں اور زبانیں ان کے حُسن تناسب کی

وجہ سے بے اختیار ہو کر انھیں دُہرانے لگیں۔ پھر ان میں مقامی رنگ بہت زیادہ تھا اگرچہ بیان تو کی جا رہی تھیں عالمگیر صداقتیں مگر ان کے لئے دلائل وشواہد اور مثالیں اس قریب ترین ماحول سے لی جاتی تھیں جس سے مخاطب لوگ اچھی طرح مانوس تھے۔ انھیں کی تاریخ۔ انھیں کی روایات۔ انھیں کے روزمرہ کے مشاہدات میں آنے والے آثار۔ ان ہی کی اعتقادی اور اجتماعی اور اخلاقی خرابیوں پر ساری گفتگو تھی تاکہ وہ اس سے اثر لے سکیں۔

جب یہ دعوت مکہ اور قریش کے حدود سے نکل کر نسبتاً زیادہ وسیع حلقہ میں پہونچنے لگی تو یہاں سے اس دعوت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پرجوش خطبوں کی شکل میں پیغامات بھیجنے شروع کئے جن میں اہل ایمان کو ان کے فرائض بتائے گئے۔ انھیں تقویٰ اور فضائل اخلاق کی تعلیم دی گئی۔ انھیں صبر وثبات کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے اُبھارا گیا۔ دوسری طرف مخالفوں کو اُن کی بدعملیوں کے انجام سے ڈرایا گیا۔ تباہ شدہ کھنڈروں سے عبرت دلائی گئی۔ ان کے اوپر اُن کے عقائد واعمال کی غلطی واضح کی گئی۔ اُن کو قیامت اور جہنم کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا۔ اور قبول حق اور صحیح رویۂ زندگی کی طرف دعوت دی گئی۔ تیرہ سال مکہ میں انتہائی کشمکش کی زندگی گزارنے کے بعد آنحضرتؐ اور صحابہؓ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد جو آیتیں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

مدینہ میں مسلمانوں کے حالات مکّہ سے بالکل مختلف تھے۔ یہاں مسلمانوں کو خودمختاری نصیب تھی کہ وہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنے تمام اخلاق و کردار کو ڈھال سکیں۔ اور اجتماعی طور پر خدا کے قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں۔ مکّہ میں تو جاہل مشرکین سے سابقہ تھا۔ مگر یہاں پڑھے لکھے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مقابلہ تھا۔ علاوہ بریں امت مسلمہ میں ایک ایسا عنصر گھس آیا جو بظاہر کلمہ گو تھا لیکن اُس کا دل اسلام کی سچائیوں کا منکر تھا۔ یہ عنصر منافقین کا تھا۔ مدینہ میں گو مسلمان انفرادی حیثیت سے مظالم کا شکار نہ تھے جو مکّہ میں دن رات ان پر ہوا کرتے تھے۔ مگر مجموعی حیثیت سے یہاں نسبتاً یہاں کے بہت اہم اور بہت سے مسائل سے دوچار تھے۔ قرآن کریم نے ان تمام مسائل کی بابت حسب ضرورت وقتاً فوقتاً ہدایت فرمائی۔ مدنی آیات میں زیادہ تر خطاب ایمانداروں سے ہے اور مکّہ میں جن ہدایتوں کا آغاز کیا گیا تھا مدینہ میں اُن تمام کی تکمیل ہوئی ہے۔

قرآن کے تدریجاً نازل ہونے کی حکمت

خُدا کی رحمت مقتضی تھی کہ رحمۃً للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامت تک کیلئے اپنی ہدایات کو علمی اور عملی صورت میں محفوظ فرمادے۔ لہٰذا اس نے اپنی ہدایت ہی بھیجنے پر اکتفا نہ کی بلکہ زمین کے مرکزی

مقام عرب میں ایک قوم کی تعلیم و تربیت اس طرح کی کہ وہ سارے عالم کیلئے انسانی کمالات کا نمونہ بنی۔ ایک مصلح عالم قوم اُٹھانے کے لئے صرف کتابی ہدایات کافی نہ تھیں۔ بلکہ ضرورت تھی کہ اس قوم کی تعلیم و تربیت ٹھیک اس طرح کیجائے جیسے کہ ایک مخلص اور شفیق حکیم مختلف امراض میں مُبتلا مریض کا علاج کرتا ہے۔ وہ مریض کیلئے نسخہ لکھ کر اپنی ذمہ داری سے علیحدہ نہیں ہو جاتا ہے۔ بلکہ مریض کے حالات کے مطابق نسخے لکھتا ہے، دوائیں دیتا ہے، پرہیز بتاتا ہے۔ غذا تجویز کرتا ہے۔ اس کے سونے جاگنے، چلنے پھرنے پر پابندیاں لگاتا ہے۔ پھر حسب ضرورت ان ہدایتوں میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے یہاں تک مریض بالکل تندرست ہو کر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے تمام کاموں کو انجام دے سکے۔ قرآن جب نازل ہوا تو گویا فطرت انسانی مسخ ہو چکی تھی، اور ساری دنیا سے انسانیت ختم ہو چکی تھی۔ اللہ کی رحمت نے چاہا کہ انسان پھر انسان بنے وہ افلح نظام عالم میں قائم ہو کر انسانیت فلاح و سعادت کی منزل تک پہونچے۔ اس نظام کے قیام کی ذمہ داری اللہ نے محمد رسول اللہ کے ذریعہ پہلے قوم عرب کو سپرد کی۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کیلئے تئیس ۲۳ سال میں اس قوم کی تربیت کی۔ تو یہ قرآنِ پاک انھیں تعلیمی و تربیتی ہدایات کا مجموعہ ہی جو اگر یکبارگی نازل ہوتا تو اس قوم میں وہ علمی و عملی، روحانی و اخلاقی کمالات نہ پیدا ہوتے جو ایک مصلح عالم قوم کے لئے ضروری تھے۔

قرآن کا اسلوب بیان

قرآن پاک صرف کسی تعلیمی تحریک کیلئے نازل نہیں ہوا تھا بلکہ وہ ایک انقلابی تحریک کی دعوت لے کر آیا تاکہ عالم انسانیت میں ایک ایسا انقلاب آئے جو انسانی فلاح کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے اس کی دعوت کا اسلوب تحریری نہ تھا۔ بلکہ خطابت کا اسلوب تھا۔ پھر یہ خطابت بھی ایک پروفیسر کے لیکچروں کی سی نہیں بلکہ ایک داعی کے خطبوں کی سی تھی۔ جسے دل اور دماغ، عقل اور جذبات، ہر ایک سے اپیل کرنا ہوتا ہے۔ ہر قسم کی ذہنیتوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ اپنی دعوت و تبلیغ اور عملی تحریک کے سلسلے میں بےشمار مختلف حالتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ ہر ممکن پہلو سے اپنی بات دلوں میں بٹھانا۔ خیالات کی دنیا بدلنا۔ جذبات کا سیلاب اٹھانا۔ مخالفتوں کا زور توڑنا، ساتھیوں کی اصلاح و تربیت کرنا۔ اور ان میں جوش و عزم پیدا کرنا۔ دشمنوں کو دوست اور منکروں کو معترف بنانا۔ مخالفین کی صحبت منقطع کرنا اور ان کی اخلاقی طاقت کا استیصال کر دینا غرض وہ سب کچھ کر دینا ہوتا ہے جو ایک دعوت کے علمبردار اور ایک تحریک کے لیڈر کیلئے ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر جو پیغامات القا کئے ان کا طرز خطابت ہی تھا جو ایک دعوت کے مناسب حال ہوتا ہے۔ ان میں یونیورسٹی کے

لکچروں کا سا انداز تلاش کرنا صحیح نہیں ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن میں مضامین کی بکثرت تکرار کیوں ہے۔ ایک دعوت اور عملی تحریک کا فطری اقتضا یہ ہے کہ وہ جس وقت جس مرحلہ میں ہو اُس میں وہی باتیں کہیں جائیں جو اس مرحلے سے مناسبت رکھتی ہوں اور جب تک دعوت ایک مرحلہ میں رہے بعد کے مراحل کی بات نہ چھیڑی جائے بلکہ اُسی مرحلہ کی باتوں کا اعادہ کیا جاتا رہے، خواہ اُس میں چند مہینے لگیں یا کئی سال صرف ہو جائیں۔ پھر اگر ایک ہی قسم کی باتوں کا اعادہ ایک ہی عبارت اور ایک ہی ڈھنگ پر کیا جائے تو کان انھیں سنتے سنتے تھک جائیں اور طبیعتیں اُکتانے لگیں۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر مرحلہ میں جو باتیں بار بار کہنی ہوں اُنھیں ہر بار نئے الفاظ، نئے اسلوب اور نئی آن بان سے کہا جائے۔ تاکہ نہایت خوشگوار طریقہ سے وہ دلوں میں بیٹھ جائیں۔ اور دعوت کی ایک ایک منزل اس طریقہ سے مستحکم ہوتی چلی جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دعوت کی اساس جن چیزوں پر ہو اُنھیں پہلے قدم سے آخری منزل تک کسی وقت اور کسی حال میں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ بلکہ ان کا اعادہ بہرحال دعوت کے ہر مرحلہ میں ہوتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت اسلامی کے ایک مرحلے میں قرآن کی جتنی سورتیں نازل ہوئی ہیں اُن

سب میں بالعموم ایک ہی قسم کے مضامین الفاظ اور انداز بیان بدل بدل کر آئے ہیں مگر توحید اور صفات الٰہی، آخرت اور حساب و مکافاۃ، رسالت اور ایمان بالکتاب، تقویٰ اور صبر و توکل اور اسی قسم کے دوسرے بنیادی مضامین کی تکرار پورے قرآن میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ تحریک کے کسی مرحلہ میں اگر ان بنیادی تصورات سے ذہول ہو جاتا تو تحریک اپنی روح کے ساتھ نہیں چل سکتی تھی۔"

اقتباس از مضامین مولانا مودودی

بیان علوم قرآن

حضرت الامام حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ وہ مضامین جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں پانچ علوم سے باہر نہیں ہیں۔

اوّل علم احکام

یعنی انسانی زندگی کے تمام اعمال، عبادات ہوں یا باہمی معاملات، گھریلو انتظامات ہوں یا ملکی سیاسیات، ہر ایک کے متعلق خدائی فیصلے کہ ان میں سے فرائض، واجبات، مندوب و مباح کیا کیا ہیں۔ اور حرام و مکروہ کیا کیا اس علم کی تفصیل فقیہ کے ذمہ ہے۔ (تشریح: فقیہ قرآنی آیات کی روشنی میں انسان کے کاموں کی صحیح حیثیت بیان کرتا ہے۔ اور اُن کے حدود کو قانونی جزئیات کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ تاکہ ہم تفصیل سے جان سکیں کہ کون کون سے کام ہم پر فرض ہیں۔ اور کون کون سے ناجائز اور حرام، کن کن کاموں کو مباح رکھا گیا ہے یعنی ان کے کرنے پر ثواب نہیں ملتا نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لہذا ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ انھیں کریں یا نہ کریں۔)

رسالت اور قیامت کے بارے

اور ان پر دلائل دیے ہیں متکلم اُن کی تشریح کرتا ہے

حقانیت ثابت کرتا ہے۔ مخالفین کی شبہات کو دور

کے دلوں میں قرآنی حقائق کی سچائیاں بٹھا لیتا ہے۔)

سوم علم تذکیر بآلاءِ اللہِ

و زمین کی پیدائش کا بیان۔ بندوں پر ان کی ضروریات کا

تبارک وتعالیٰ کے صفات کاملہ کا بیان۔

قرآنِ پاک میں آسمان وزمین کی خلقت

رہتے ہیں۔ خدا نے ایک طرف تو ان بیشمار نعمتوں کو پیدا کیا ہے، دوسری طرف اُسی نے ہمیں عقل و شعور دیا کہ ہم ان نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کے طریقے معلوم کریں۔ خدا ہی نے اپنے خاص بندوں پر الہام کیا کہ انسانی فرائض زندگی کیا کیا ہیں۔ اور کامیابی و فلاح کے ذرایع کیا ہیں۔

قرآن میں جابجا خدا کی ان صفتوں کا بیان ہے کہ دنیا کی ساری نعمتیں اور ساری راحتیں انھیں صفاتِ الٰہیہ کا پرتو ہیں۔ یہ تمام بیان اس لئے ہے کہ انسان آلاءِ اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں کا احساس کرے۔ اور ان سے نصیحت حاصل کرکے اپنی زندگی خدا کی مرضی کے مطابق بنائے۔

چہارم علم تذکیر بایامِ اللہ

یعنی اُن حوادث اور اہم واقعات کا بیان جو مختلف زمانوں میں خدا کی طرف سے زمین پر ظاہر ہوئے۔ جن کے ذریعہ سے خدا نے کسی قوم کو سربلندی بخشی اور کسی قوم پر اپنا غضب اور عذاب نازل کیا۔

تشریح:- قرآن پاک میں بیسیوں تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں جو انبیاء کرام اور اُن کے مخالفین کے حالات سے زیادہ تر تعلق رکھتے ہیں ان واقعات میں بڑے موثر انداز سے دکھایا گیا ہے کہ انبیاءؑ نے بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح کیلئے کیا کیا کوششیں کیں، ان کو کیسی دل سوزی

کے ساتھ حق کی طرف بلایا۔ پھر جن لوگوں نے ان کی دعوت کو مانا ان کو خدا نے کس طرح اپنے انعاموں سے نوازا۔ اور جن لوگوں نے ان سے بغاوت کی اور اپنی بدکاری کو نہ چھوڑا وہ کس کس طرح تباہ و ہلاک کئے گئے۔ ان تمام واقعات میں انسانوں کیلئے موعظت اور عبرت کے نہایت اثر انگیز اسباق ہیں۔

۵ پنجم علم تذکیر بالموت وبما بعد الموت

موت کے وقت انسان کا کیا حال ہوتا ہے وہ کتنی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایسے ہی موت کے بعد قیامت میں انسان کی بیکسی اور بیقراری کا عالم کیا ہوگا۔ حساب کتاب کیسے ہوگا۔ بہشت میں کیسی کیسی راحتیں اور نعمتیں ہیں۔ دوزخ میں کس کس قسم کا عذاب ہے۔ ان امور کا قرآن میں تفصیل سے بیان ہے تاکہ انسان اپنے انجام سے غافل نہ ہو۔ اور دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری میں لگا رہے۔

ان تینوں علوم یعنی علم تذکیر بآلاء اللہ۔ علم تذکیر بایام اللہ علم تذکیر بما بعد الموت کی تفصیلات اور ہر ایک کے ساتھ مناسب آثار واحادیث کا الحاق واعظ اور مذکر کے ذمہ ہے۔

قرآن کے علوم پنجگانہ کی تشریح کے سلسلہ میں،

مولانا عبیداللہ صاحبؒ سندھی کے ارشادات

حکمت ولی اللٰہی کا تعارف کراتے ہوئے مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم قرآن کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں یہاں اُس کا خلاصہ اور کہیں کہیں اپنی طرف سے قدرے توضیح کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ معلمین قرآن مزید نفع اُٹھا سکیں۔

تعلیم قرآن کا ولی اللٰہی طریقہ

پہلے علماء کا یہ دستور تھا کہ قرآن شریف فقط تلاوت کیلئے پڑھاتے۔ اور مطالب سکھانے کے لئے جس فن سے اُنھیں دلچسپی ہوتی اس قسم کی ایک تفسیر طالب علم کو پڑھا دیتے۔ جس سے قرآن شریف گویا اس فن کی ایک اعلیٰ کتاب بن جاتی۔ اور جو اخلاقی ذہنیت استاد کی طبیعت میں مرکوز ہوتی تفسیر پڑھنے سے اور راسخ ہو جاتی۔ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے مسلمانوں کی ذہنی سطح استوار کرنے اور قرآن شریف کو عامۂ مسلمین کے اذہان سے قریب لانے کے لئے یہ بہترین راستہ اختیار کیا کہ قرآن شریف کا

متن ترجمہ اور تفہیم کے ساتھ پڑھانے لگے۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں:

"غالباً در حلقۂ یاران بیروں از تلاوت ہر روز دو سہ رکوع بہ تدبر وبیان معانی می خواندند" انفاس صفحہ ۸۶

دوسرے موقع پر تحریر کیا ہے کہ

"از جملۂ منتِ عظمیٰ بر ایں ضعیف آں بود کہ چند بار در مدارست قرآن عظیم باتدبر وشان نزول ورجوع بہ تفاسیر بہ خدمت ایشاں حاضر شدم و ایں معنیٰ سبب فتح عظیم افتاد"

اس طریقۂ تعلیم کا حضرت شاہ صاحب پر یہ اثر ہوا کہ اُنھوں نے اپنے قوتِ اشراق سے متن قرآن کی حقیقت اس طرح معین کردی کہ یہ کتاب بذاتِ خود ایک کامل مکمل نصاب ہے۔ جس کی تفہیم کے لئے کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔

چونکہ اس زمانہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی شاہی زبان فارسی تھی اس لئے آپ نے کتاب مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں فتح الرحمٰن کے نام سے کیا۔ تاکہ عربی نہ جاننے والے حضرات بھی قرآن کریم سے فیض اُٹھا سکیں۔

علم احکام کی تشریح

فقہاء نے اصول فقہ میں قرآن عظیم کو پہلے درجہ میں رکھا ہے۔ مگر ان کی بحث محض آیات اوامر و نواہی تک محدود رہتی ہے۔ اسی لئے ایک فقیہ سارے قرآن میں غور و فکر ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کی تفسیر واعظوں اور افسانہ طراز لوگوں کے ہاتھ آگئی اور فقہا کا اس میں دخل نہیں رہا۔ ادھر مفسرین نے شانِ نزول میں جو جزئی واقعات لکھے تو عام اساتذہ اور طلبہ نے بھی غور و فکر انھیں واقعات تک محدود کر لیا۔ اس کی وجہ سے عموماً ایسا احساس پیدا ہو گیا کہ معاذ اللہ قرآن پاک کی ہدایات محض اسی زمانہ کے لوگوں کیلئے تھیں۔ اور حال کے مسائل کو ان سے سروکار نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے الفوز الکبیر کی ابتدا میں اس غلطی کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے اور آیات احکام کا مطلب یہ تبلایا کہ اجتماعی طور پر انسانوں میں جو بد اخلاقیاں اور بد اعمالیاں موجود ہیں ان کو ان آیات کا سبب نزول سمجھنا چاہیئے۔ عرب یا عجم، زمانہ کے تقدم یا تاخر سے ان کو خاص تعلق نہیں ہے۔ الفوز الکبیر میں ہے

"محقق آن ست کہ وجود اعمال فاسدہ و جریان مظالم درمیان ایشان سبب نزول آیات احکام است۔"

حضرت شاہ صاحب اپنی اس تشریح سے ہمیں توجہ دلاتے ہیں کہ جس طرح قرآنِ پاک کی آیاتِ احکام نے عرب کے لوگوں کے اعمال فاسدہ ومظالم کی اصلاح کی تھی اسی طرح آج بھی دنیا کے تمام مفاسد اور مظالم کا علاج انھیں سے ہوگا۔ وہ مفاسد خواہ یورپ کے الحاد سے پیدا ہوئے ہوں یا ایشیا کے شرک وکفر سے۔ لہٰذا ہمیں نہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ عالم انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے قرآن کو مرکز بنانا چاہئے۔

علم مخاصمہ کی تشریح

ہماری سمجھ میں حضرت شاہ صاحب کے مباحث (دربارۂ علم مخاصمہ) کا خلاصہ یہ ہے کہ علم اخلاق کی تعلیم قرآن پاک نے دو طرح دی ہے اوّل بطریق اوامر ونواہی۔ دوم ان اخلاق حمیدہ کے تارکین میں جو معائب پیدا ہوتے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے۔ اس نقطۂ نظر سے جب ہم غور کرتے ہیں تو تین جماعتیں سامنے آتی ہیں۔

(الف) ایک جماعت جو اپنے آپ کو الہام الٰہیّہ کا پابند مان لیتی ہے اور اس ملت کے متبعین کیلئے مرکز کا کام دیتی ہے۔ اس جماعت کی خرابی سے ساری ملت برباد ہو جاتی ہے۔ ان کی مثالیں یہود ونصارٰی سے مخاصمہ کرکے واضح کردی گئی ہیں۔

(ب) ایک ایسی جماعت جو عقلی اصول پر اپنی ترقی تجویز کرلیتی ہے۔ وہ اپنے مسلّمہ اخلاق کی پابندی کو ترک کر کے کس طرح برباد ہوتی ہے۔ اس کی تشریح مشرکین کے مناظرے میں آئیگی۔

(ج) ایک جماعت جو اپنے آپ کو کسی مذہب کا پابند سمجھتی ہے پھر تساہل و تہاون سے ان احکام کے مقصد کو پورا نہیں کرتی ہے۔ اسکی غلطیاں منافقین کے مناظرہ سے واضح ہونگی۔

ہمارے خیال میں بہت کم مفسرین ہیں جو ان حقیقتوں کی طرف متوجہ ہوئے ہونگے۔ ورنہ زیادہ تر لوگوں نے تو ان مناظرات کو محض قصوں کی حیثیت سے دیکھا ہے۔

علم التذکیر کی تشریح

قرآن پاک میں انبیاء اور بہت سی قوموں کے واقعات، کائنات عالم کے عجائبات، قیامت کے ہولناک حالات کا بیان بار بار کیا گیا ہے۔ جو لوگ خصوصیات قرآن سے دور اور ناآشنا ہیں اس قسم کی آیات مکرر سہ کرر آنے سے ان کو طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے عام کتب الٰہیہ (خصوصًا قرآن) کیلئے تین اصول مقرر کئے ہیں۔ جن کو پیش نظر رکھنے سے وہ تمام قصص و بیانات اعلیٰ روحانیت پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

(۱) التذکیر بآلاء اللہ (۲) التذکیر بایام اللہ

(۳) التذکیر بما بعد الموت۔ قرآن شریف میں صاف صاف ہے کہ وہ ذکر ہوا اور تذکیر کیلئے نازل ہوا ہے۔ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ۔ مگر تذکیر قرانی کو مستقل طور سے مفسرین نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ البتہ حضرت شاہ صاحب نے آیات تذکیر کو ایسے جامع عنوانات میں مرتب کر دیا جس کی وجہ سے ان آیات کے مقصود اصلی کو پانا سہل ہو گیا۔

(۱) واضح رہے کہ آیات تذکیر کے مفسر کو علوم طبعیات میں کافی مہارت ہونی چاہئے تاکہ آلاءِ اللہ کی تشریح اچھی طرح کر سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے "سطعات" میں تصریح کر دی ہے کہ حکمت طبعیات کو قرآن عظیم نے آلاءِ اللہ کی تذاکیر میں استعمال کیا ہے۔

(۲) تذکیر بایام اللہ کو ایک مورخ اور فلسفۂ تاریخ کا ماہر ہی اچھی طرح حل کر سکتا ہے کہ ایک قوم کس طرح بڑھی تھی پھر کس طرح گری۔

(۳) تذکیر بالموت وما بعدہٗ کو الہیات کا ایک بڑا فاضل ہی اچھی طرح سمجھا کر پڑھا سکتا ہے جسے عقلی الہیات کے علاوہ مختلف ادیان کے نظریات ما بعد الموت پر پورا پورا عبور حاصل ہو۔

انسانی زندگی موت پر ختم نہیں ہوتی۔ اس پر ۱؎ حنیفی ادیان میں یہودی، نصرانی، مسلم سبھی متفق ہیں۔ اور ۲؎ صابی ادیان میں سناتنی، بدھشٹ اور مجوس تناسخ کے قائل ہیں وہ بھی موت پر زندگی کو ختم نہیں کرتے۔ ۳؎ آزاد طبع

عقلمندوں کی جماعت میں سے بڑا حصہ انسانی زندگی کو موت پر ختم نہیں کرتا۔ البتہ ادنیٰ طبع چند بوالہوس شور مچاتے رہتے ہیں ان سے عوام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس غفلت سے انسان کو نکالنا اور اس کی زندگی کا مفہوم اُسے سمجھانا۔ اُسکے ثمرات جو اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ ثمرات جو موت کے بعد پیدا ہونگے ان کو ذہن نشین کرانا قرآن عظیم کے مقاصد میں اہم چیز ہے۔ (اقتباس از الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر)

ہدایات رحمانی

برائے

فہم قرآنی

قرآن تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ

(یہ قرآن) ایک کتاب ہے کہ نازل کیا ہم نے اس کو تیری طرف تاکہ لوگ تدبر کریں اسکی آیتوں میں اور تاکہ فائدہ اُٹھائیں سمجھ والے لوگ

تشریح:۔ قرآن مجید ایک عظیم الشان کتاب ہے جو کسی فلسفی کا فلسفہ نہیں کسی پارلیمنٹ کا بنایا ہوا دستور نہیں، بلکہ وہ فلسفۂ کائنات ہے،

وہ دستورِ حیات ہے جسے خود مالکِ کائنات، خالقِ موت وحیات نے محمد رسول اللہ کی طرف بھیجا۔ یہ کتاب سراپا خیر وبرکت ہے۔ اس کے حروف اس کے نقوش، اس کے مضامین ومطالب، اس کے بتائے ہوئے دستورِ حیات میں برکت ہی برکت ہے۔ عالم میں جو کچھ ایمانی، علمی، اخلاقی، روحانی، مادی برکت ہے اسی کتاب کا فیض ہے۔ اللہ نے اس کتاب کو اس لئے نازل کیا کہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں۔ اس کے مضامین ومطالب کو سمجھیں۔ اور سمجھ کر فائدہ اُٹھائیں۔

فائدہ: اس آیت نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ قرآن پاک کا نزول تدبر اور تذکیر کیلئے ہوا ہے۔ جو لوگ اس میں غور وفکر کرینگے وہی اسکی برکتوں سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ لہذا قرآنی زندگی پیدا کرنے اور قرآن کی برکات سے فائدہ اُٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان قرآن سمجھ کر پڑھیں، اور اسکی آیات میں غور کریں۔

قرآن کی اتباع ہی سے خدا کی رحمت نازل ہوگی

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ	اور یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے کہ نازل کیا ہم نے اس کو۔ بابرکت ہے۔ پس پیروی کرو اُس کی اور بچتے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

تشریح: یہ قرآن پاک بڑی بابرکت کتاب ہے۔ جسے خدا نے نازل

فرمایا ہے۔ اس کتاب کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر حق و باطل، خیر و شر، نیکی و بدی ہدایت و ضلالت واضح ہو جائے پس وہ حق پر ایمان لائے اور باطل کا انکار کرے۔ خیر کو قبول کرے، شر سے دور رہے، نیکی اختیار کرے، بدی کو چھوڑے، ہدایت کی پیروی کرے اور ضلالت سے بچے، الغرض وہ اپنے اندر اتباع اور تقوٰی کی پوری روح پیدا کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا اس پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائیگا۔

فائدہ۔ ہمارا ایمان ہے کہ خوش حالی اور سربلندی سب کچھ خدا کی رحمت پر موقوف ہے۔ لہذا اپنی حالت کی اصلاح اور ہر طرح کی کامیابی کیلئے اصل فکر یہ ہونی چاہئے کہ خدا کی رحمت کیونکر حاصل ہو آیت بالا میں صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ قرآن کی پیروی ہی سے خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب تک ہم یہ نہ جان لیں کہ قرآن کی ہدایت اور دعوت کیا ہے قرآن میں حق کسے کہا گیا ہے اور باطل کیا بتلایا گیا ہے اس وقت تک ہم قرآن کی پیروی نہیں کرسکتے۔ لہذا پوری امت میں اتباع قرآن کی روح پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم اس طرح رائج کیجائے کہ ہر قرآن پڑھنے والا قرآن کو سمجھ سکے۔

قرآن بشیر اور نذیر ہے

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	(قرآن) اتارا ہوا ہے بڑے مہربان نہایت رحم والے کی
كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ	طرف سے ایک کتاب ہے کہ جدا جدا کیگئی ہیں اسکی آیتیں
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ	قرآن عربی زبان کا علم رکھنے والے لوگوں کے لئے
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا	خوش خبری سنانے والا اور بدعمل کے انجام سے ڈرانیوالا

فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ | تو ان میں بہتسے لوگوں نے مُنہ موڑا۔ پس وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔

تشریح: قرآن پاک اُس ذات کا بھیجا ہوا کلام ہے جو ہر قسم کی رحمتوں کا مصدر رہا۔ اس کی کتاب میں الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں۔ اس کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کیگئی ہے۔ خدا کا یہ کلام نہایت صاف شستہ عربی زبان میں ہے۔ کیونکہ اس کے اولین مخاطب عرب ہیں۔ اور فطرةً یہی زبان بین الاقوامی زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اس کتاب سے نفع اُٹھانا علم اور سمجھ والے لوگوں کا کام ہے۔ جو عربی زبان سے جاہل ہے یا عربی زبان جانتے ہوئے عقل و شعور سے بے بہرہ ہے۔ وہ اس نعمتِ عظمٰی کی کیا قدر کریگا۔ وہ اس انعام ربّانی سے کیا فائدہ اُٹھائیگا۔ اِس کتاب سے فائدہ رسانی کیلئے خدا نے دو وصف اسکے بیان میں رکھے ہیں۔

یہ بشیر ہے۔ ایمان، علم صحیح، بہترین اخلاق اور نیک اعمال پر جو بہترین ثمرات اور نتائج مرتب ہونگے اُن کی خوشخبری سناتا ہے۔ اور کفر و ضلالت، فسق و فجور اور بُرے اعمال کا جو بُرا انجام بشکل ہلاکت و عذاب آئیگا اُس سے ڈراتا ہے تاکہ انسان اپنی عقل صحیح سے کام لیکر اپنی زندگی کیلئے بہتر راستہ معین کرے۔ مگر اکثر لوگ فریبِ نفس میں پڑکر اس کتاب کی طرف رجحان ہی نہیں دے رہے گویا وہ سنتے ہی نہیں

فائدہ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن سمجھنے کیلئے عربی جاننا ضروری ہے

پھر قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ اس میں جگہ جگہ بشارتیں اور تنبیہیں ہیں۔ لہٰذا
پڑھنے والا جس قدر آیات تبشیر اور آیات تنذیر پر غور کریگا اتنا ہی قرآن پاک
اسکی زندگی پر اثر انداز ہوگا۔

قرآن موعظت شفاء ہُدیٰ اور رحمت ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

اے لوگو تحقیق آئی تمھارے پاس ایک نصیحت تمھارے رب کی طرف سے۔ اور شفاء اُن تمام بیماریوں سے جو سینوں میں ہیں۔ اور رہنما اور رحمت ایمان داروں کیلئے۔

فائدہ ۔ قرآن پاک ہماری نجات و فلاح اور تمام سعادتوں اور ہر طرح کی کامیابیوں کا ضامن ہے۔ لہٰذا

مصلحت دیدمن آن ست کہ یاران ہمہ کار
بگذرانند و خم طرۂ یارے گیرند

الحمد للہ ثم الحمد للہ تسوید ایں کتاب یوم پنج شنبہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۰
بتمام رسید

قرآن پڑھو اور پڑھاؤ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اس بے دینی اور لامذہبیت کے زمانہ میں اگر آپ خود مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور اپنی اولاد آئندہ نسلوں کو بھی اسلام پر باقی رکھنے کے آرزومند ہیں تو اس کی بس یہی صورت ہے کہ آپ راست اپنا تعلق قرآنِ پاک سے قائم کیجئے۔ اور اپنی اولاد کو بھی قرآن داں بنا دیجئے۔

اب تک آپ اپنے بچوں کو قرآن مجید کے مبارک الفاظ پڑھا کر مطمئن ہو جاتے تھے مگر ض اتنی ہی تعلیم اب کافی نہیں ہے۔ سخت ضرورت ہے کہ پورا قرآن کریم معنی اور مطلب کے اتھ پڑھایا جائے۔ اس تعلیم کے لئے آپ اپنی مسجدوں کو اور اپنے گھروں کو مرکز بنائیے۔ تاکہ سلمان مرد و عورت اور بچوں پر فہم قرآن کا دروازہ کھل جائے۔

خصوصاً اس سلسلہ میں عورتوں اور بچوں کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے۔ ایک ر میں ایک عورت کا قرآن داں ہونا اس کے پورے کنبہ اور تمام بچوں کی ہدایت کا ذریعہ بنےگا۔ اگر آپ کے بچوں کو مدرسوں اور اسکولوں میں دینیات پڑھنے کا موقع نہ مل سکیگا قرآن داں خواتین گھروں ہی میں ان بچوں کو قرآن شریف، عربی اور اردو پڑھا دینگی

لہذا ہمارا دینی فرض ہے کہ

قرآن مجید کی تعلیم کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں

اور ہر مسلمان کے گھر کو محمد رسول اللہ کی لائی ہوئی تعلیم سے منوّر کر دیں